انّ الفضل بید اللہ یؤتیہ من یّشآء ۔ عسیٰ ان یّبعثک ربک مقاماً محموداً

تار کا پتہ الفضل قادیان

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۰عہ — قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

نمبر ۶۶	مؤرخہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ	یوم پنجشنبہ	مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۳۳ء	جلد ۲۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ۲۷ نومبر بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ ۲۴ نومبر کی شام سے حضور کو گھٹنے میں سخت درد ہے۔ ۲۴-۲۵ تاریخ کی درمیانی شب درد کے باعث رات بھر نیند نہ آئی۔ آج گو درد میں کسی قدر افاقہ ہے تاہم احباب حضور کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

ینگ مینز احمدیہ ایسوسی ایشن قادیان کا ایک جنرل اجلاس زیر صدارت جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور منعقد ہوا۔ جس میں شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے نوجوانوں کی تنظیم اور اصلاح کے متعلق تقریر کی۔ اور نوجوانوں کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایات پر پورے طور پر عمل پیرا ہونے کی طرف توجہ دلائی۔

لجنہ اماء اللہ کے زیر انتظام سیرۃ النبی ؐ کے متعلق خواتین کا جلسہ بھی بہت شاندار ہوا۔ کئی عورتوں نے دلچسپ تقریریں کیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ایمان کی لذت

(فرمودہ ۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء)

فرمایا:- "یہ بھی عادت اللہ ہے۔ کہ مکذبین کی تکذیب خدا کے نشانات کو کھینچتی ہے۔ جب ان کی تکذیب ٹھنڈی ہو جائے گی۔ تو نشانات بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے دیکھو برسات میں جسقدر گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر بارش زیادہ ہوتی ہے۔"

"دو پہلو غور کے لائق ہیں۔ اول یہ کہ بیس سال ہوئے جبکہ ہمارے پاس ایک شخص بھی نہ تھا۔ اور اسوقت پیشگوئی ہو رہی تھی کہ تیرے ساتھ ایک جماعت کثیر ہو گی ہم مخالفوں کو بار بار کہا جاتا ہے۔ کہ جسقدر شرارتیں اور مکر و فریب تم کر سکتے ہو کرو ہم اسکو بڑھا کر دکھا دینگے۔ جیسے فرمایا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق۔ یعنی اس وقت ہم ان مخالفوں سے پوچھیں گے۔ کہ کیا ہماری بات اور ہمارا سلسلہ سچا نہ تھا۔"

"ایمان کی لذت بھی یہی ہے۔ کہ خدائی نصرتوں کو انسان آنکھوں سے دیکھ لے۔ تب آنکھیں کھلتی ہیں۔ جب انسان سمجھ لیتا ہے۔ کہ سچ یہی ہے۔ تو پھر اس پر مرنے کو تیار ہو جاتا ہے جب تک خدا کی نصرتیں چمک کر ظاہر نہیں ہوتی ہیں۔ اسوقت تک یہ تذبذب میں رہتا ہے۔ مگر جب ان کی چمکار نظر آجاتی ہے تو سینہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔"

(الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۶۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ شعبان ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

دین کی خاطر خاص قربانیاں

کرنے کے لئے

ماحول پیدا کرنے کی ضرورت

مخلصین جماعت احمدیہ سے جانی اور مالی قربانیوں کے مطالبات

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
میں نے گذشتہ جمعہ میں اس آئندہ تجویز کے متعلق اور اس

لائحۂ عمل

کے متعلق جو میں جماعت کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیدی طور پر ایک بات بیان کی تھی۔ اب میں اسی تمہید کے سلسلہ میں

ایک اور بات

بیان کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ دنیا میں بعض باتیں انسان کو مجبوراً اپنے مخالفوں سے چھپانی پڑتی ہیں۔ وہ اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتیں۔ اس فعل کے مابعد اگر ان کو ظاہر کر دیا جائے۔ تو دنیا کا کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن جس وقت ان پر عمل کیا جا رہا ہو۔ اگر مخالف کو اس کا علم ہو جائے تو انسان کے لئے کامیابی مشکل ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک فوج

ایک شہر پر حملہ

کرتی ہے۔ ایک مظلوم قوم کی فوج جو ظالم کے دفاع کے لئے بلکہ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہے۔ جو اس کا اپنا تھا۔ تو یہ نہ صرف اچھی بات ہے۔ بلکہ

ثواب کا موجب

ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ دشمن کی فوج کو یہ کہلا بھیجیں۔ کہ ہم فلاں درہ سے داخل ہوں گے۔ اتنے سپاہی اتنی بندوقیں اتنی توپیں ہمارے ساتھ ہوں گی۔ ہمارے لڑنے کا طریق یہ ہوگا۔ تو اسکا

لازمی نتیجہ

یہ ہوگا۔ کہ دشمن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کا توڑ سوچ لیگا اور آسانی سے ان کے حملہ کو رد کر دے گا۔

پس گو اس قسم کا حملہ نیک کام ہے۔ اور ثواب کا موجب ہے۔ مگر اس کے اظہار کی جرأت کوئی نہیں کرے گا۔ اور سوائے کسی بے وقوف کے کوئی انکی تفاصیل کو ظاہر کرنیکے لئے تیار نہ ہوگا۔ اسطرح اگر ہم

تبلیغ کے لئے

کوئی جگہ چن لیں۔ یا کوئی طریق تبلیغ تجویز کریں۔ اور اسکا اعلان بھی کر دیں۔ تو اس کا لازمی یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ مخالف بھی اپنا سارا زور اس تجویز کو ناکام بنانے میں صرف کر دے گا۔ اور اس طرح بالکل ممکن ہے۔ کہ ہماری تجویز بہت حد تک ناممکل رہے پس جس طرح

ایک ہوشیار جرنیل

کا کام ہے۔ کہ دشمن کی طاقتوں کو خاص طرف لگائے رکھے اور اپنی طاقتوں کو دوسری طرف خرچ کرے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کر سکے۔ اسی طرح

تبلیغی منتظم

کا فرض ہے۔ کہ مخالف پروپیگنڈا کو ایسی جہت پر لگائے رکھے کہ تبلیغ کے کام کو نقصان نہ پہنچے۔ اور مخالف فریق کو اصل کام کی حقیقت کا علم نہ ہو۔ اور اس طرح دشمن کو اس سے غافل رکھ کر کامیابی حاصل کرے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میری

سکیم کے بعض حصے

ایسے ہیں۔ کہ میں انہیں تفصیلاً بیان نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر انہیں بیان کروں۔ تو نتیجہ اتنا اہم اور شاندار نہیں نکل سکتا۔ جتنا بعض تفاصیل کو نظر انداز کرنے کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ مجھے یہ بات اس لئے وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ قرآن کریم میں

خفیہ انجمنیں

بنانے اور پوشیدہ کارروائیاں کرنے کی ممانعت ہے۔ اور میں نے اس لئے یہ بات کھول کر بیان کی ہے۔ کہ دونوں میں فرق معلوم ہو سکے۔ اگر کوئی خفیہ انجمن کسی کو مارنے یا قتل کرنے کا فیصلہ کرتی ہے۔ تو یہ ایسا فعل نہیں۔ کہ کسی وقت بھی اگر اس کو ظاہر کیا جائے۔ تو لوگ کہیں کہ یہ بہت اچھا فیصلہ ہے کوئی ایسی

خفیہ کارروائی

جو کسی کو قتل کرنے یا اس کے گھر کو یا کھلیان کو آگ لگانے کے متعلق ہو جب بھی ظاہر ہوگی۔ ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ یہ

بہت بُرا فعل

ہے۔ لیکن میں جو بات کہتا ہوں۔ وہ ایسی نہیں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں۔ کہ ہم تبلیغی کام کریں گے۔ ہاں اس میں ایک حد تک اخفاء ہوگا۔ یعنی

محاذ جنگ

کی یا ذرائع تبلیغ کی خبر دشمن کو نہیں دیں گے۔ وہ تبلیغ ہوگی جو

جائز فعل

ہے۔ فرق صرف یہ ہوگا کہ ذرائع تبلیغ اور مقام کو پوشیدہ رکھیں گے اور اس طرح تبلیغ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں گے

397
Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن اس ساری سکیم میں کوئی

دھوکے کا عنصر

موجود نہ ہوگا۔ پس ایسی تحریکات میں جو میں کروں گا۔ مومنین کو ایک حد تک

ایمان بالغیب

لانا پڑے گا۔ اور یہ بھی ان کے ایمان کی ایک آزمائش ہوگی۔ قرآن کریم کی پہلی سورت میں ہی جو مقدمہ یا دیباچہ کے بعد ہے۔ یعنی سورۂ بقرہ اس کی ابتدا میں ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ الم ۔ ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدیً للمتقین۔ الذین یومنون بالغیب۔ تو مومن کو کچھ ایمان بالغیب بھی چاہیئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو

بدر کے موقعہ پر

مدینہ سے نکال کر لے گئے۔ مگر خدا تعالےٰ سے علم پانے کے باوجود ان کو یہ نہیں بتایا۔ کہ لڑائی یقیناً ہونے والی ہے بدر کے قریب پہنچ کر ان کو جمع کیا۔ اور اس وقت بتایا۔ کہ میں نے کہا تھا۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے وعدہ

ہے۔ کہ دو میں سے ایک چیز ضرور مل کر رہے گی۔ یا تو وہ قافلہ جو شام سے آنے والا ہے۔ اور یا دوسرا فریق جو دھمکی دینے والا ہے۔ مل جائے گا۔ اب میں تم کو بتاتا ہوں۔ کہ ان دو فریق میں سے اللہ تعالےٰ نے جنگ کو ہی چنا ہے۔ صحابہ بوجہ پورا علم نہ ہونے کے تیاری کر کے نہیں آئے تھے۔ اور بہت سے تو گھروں سے ہی نہ آئے تھے۔ اور بظاہر یہ حالت

مسلمانوں کو کمزور کرنے والی

تھی۔ مگر مصلحت یہی تھی۔ کہ سارے حالات ظاہر نہ کئے جائیں ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تفاصیل مدینہ میں ہی معلوم تھیں۔ یا مدینہ سے باہر نکلنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے بتائیں۔ مگر بہر حال قرآن کریم اور حدیث سے یہ ثابت ہے۔ کہ کچھ عرصہ تک اس علم کو اخفا میں رکھا گیا۔ اس لئے

عین موقع پر

چونکہ لوگ تیار نہ تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ اب بتاؤ کیا منشا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی نہ کرتے۔ خدا تعالےٰ کے سامنے صرف آپ ہی جوابدہ تھے۔ اس لئے اگر صحابہ لڑائی نہ کرنے کا مشورہ دیتے۔ تو آپ پھر بھی جنگ کرتے۔ اور کہتے۔ کہ مجھے

خدا تعالےٰ کا حکم

ہے۔ اس لئے میں اکیلا جاتا ہوں۔ آپ کے پوچھنے کا مطلب صرف صحابہ کو ثواب میں شامل کرنا تھا۔ غرض آپ نے مشورہ پوچھا اور اس پر مہاجرین کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ ہم

جنگ کے لئے حاضر

ہیں۔ مگر اس کے باوجود آپ نے پھر دوبارہ پوچھا۔ کہ اے دوستو مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ پھر مہاجرین نے کہا۔ یا رسول اللہ ہم تیار ہیں۔ مگر آپ نے سہ بارہ فرمایا۔ دوستو مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ تب

ایک انصاری

کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ آپ کی بات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی مراد ہم سے ہے۔ ہم نے سمجھا تھا۔ کہ جو مشورہ دیا گیا ہے۔ وہ ہم سب کی طرف سے ہے۔ مگر آپ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انصار جواب دیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میرا یہی منشاء ہے۔ تب اس صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ شاید آپ کو اس معاہدہ کا خیال ہے۔ جو آپ کو مدینہ میں بلانے کے وقت کیا گیا تھا۔ (نو مسلمین نے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مدینہ آنے کی تحریک کی۔ تو حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے ان لوگوں سے یہ معاہدہ کیا تھا۔ کہ اگر دشمن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نقصان پہنچانے یا پکڑنے کے لئے

مدینہ پر حملہ

کریں گے۔ تو مدینہ کے لوگ اپنی ہر چیز قربان کر کے آپ کی حفاظت کریں گے۔ لیکن اگر

مدینہ سے باہر جنگ

ہو۔ تو وہ ذمہ وار نہیں ہوں گے۔ اس صحابی کا اسی معاہدہ کی طرف اشارہ تھا۔) یا رسول اللہ وہ وہ وقت تھا۔ جب ہمیں اسلام کی پوری طرح خبر نہ تھی۔ اور اب اس پیغام کی اہمیت کا ہمیں علم ہو چکا ہے۔ کیا اب بھی ہم کسی

قربانی سے دریغ

کر سکتے ہیں۔ کچھ منزلوں پر سمندر تھا۔ اس جہت کی طرف اشارہ کر کے کہا یا رسول اللہ آپ ہمیں اس

سمندر میں گھوڑے ڈالنے کا حکم

دیجئے۔ ہم کسی چون و چرا کے بغیر سمندر میں کود پڑیں گے۔ اور اگر جنگ ہوئی۔ تو ہم آپ کے آگے لڑیں گے اور پیچھے لڑیں گے۔ دائیں لڑیں گے اور بائیں لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ جب تک ہماری لاشوں کو کچل کر نہ جائے۔ تب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بہت اچھا خدا کا یہی حکم تھا۔ اس

صحابی کا جواب

اتنا پیارا ہے۔ کہ ایک اور صحابی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بہت سی جنگوں میں شامل ہوئے

حسرت کے ساتھ

بیان کرتے ہیں۔ کہ کاش مجھے ان جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل نہ ہوئی ہوتی۔ اور یہ الفاظ میرے مونہہ سے نکلے ہوتے ‬۔

یہ الفاظ ایسے موقع پر اور اس خاص حالت میں جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم انصار سے مشورہ لے رہے تھے اور اس خیال کے ماتحت لے رہے تھے۔ کہ وہ مدینہ سے باہر جنگ کرنے کے پابند نہیں۔ اس

جوش اور محبت

میں کہے گئے تھے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شامل ہونے کی سعادت سے بھی زیادہ قیمتی معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ الفاظ جنگ سے افضل ہیں۔ یا زیادہ درجہ رکھتے ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ ان الفاظ میں جس محبت کا اظہار ہے۔ وہ

ایک بے پایاں سمندر

کی طرح حدود بست سے آزاد معلوم ہوتی ہے ‬۔

غرض ایسے مواقع پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اخفاء سے کام لیتے تھے۔ مگر ایسے حالات میں کہ مطلب کے حصول کے لئے اظہار مضر ہوتا۔ پس ایسا اخفا ناجائز نہیں۔ ہاں جو اخفاء اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ فعل قانوناً یا اخلاقاً یا مذہباً جرم ہے۔ اور اس لئے کیا جاتا ہے۔ کہ تا اس فعل کا مرتکب قانونی یا مذہبی یا اخلاقی جرم کا مرتکب نہ قرار دیا جائے۔ وہ ناجائز ہے۔ لیکن جو چیز سراسر جائز ہے۔ اس میں مطلب برآری اور کامیابی کے لئے

ایک حد تک اخفاء جائز ہے

پس بعض باتوں کے متعلق دوستوں کو صرف مجملاً ہدایت سن کر اس پر قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے سکیم کو لازمی قرار نہیں دیا۔ کیونکہ اس کے بعض حصے ایسے ہیں۔ کہ جن کو تفصیلاً بیان نہیں کیا جائے گا۔ اور میں

مخلصین سے مطالبہ

کروں گا۔ کہ اس اخفاء کے باوجود جو اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر سکتا ہے کرے۔ اور جو نہیں کرنا چاہتا نہ کرے اور اس طرح میں کسی کے لئے

ادنےٰ اعتراض کی بھی گنجائش

نہیں رہنے دینا چاہتا۔ چاہے ایک شخص بھی اس میں شامل نہ ہو۔ میں اللہ تعالےٰ کے سامنے صرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی ذات کا ذمہ دار

ہوں۔ میرا کام تبلیغ کرنا تربیت کرنا فرائض کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا اور ان کے سامنے اللہ تعالےٰ کے احکام کو رکھ دینا ہے۔ مجھ پر ذمہ واری صرف میری جان کی ہے۔ میں اس کا ذمہ دار ضرور ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو پہنچا دوں۔ اس صورت میں اگر اللہ تعالےٰ مجھ سے سوال کرے۔ تو میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ پس

دوسروں کے کام کی ذمہ واری

مجھ پر نہیں۔ اور مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ کہ سکیم کامیاب ہوتی ہے۔ یا نہیں میرا کام صرف یہ ہے۔ کہ جب دیکھوں۔ کہ اسلام یا سلسلہ کی تبلیغ میں روکاوٹ پیدا ہو رہی ہے یا وقار کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ تو اس کے ازالہ کے لئے مقدم اٹھاؤں۔ قطع نظر اس سے کہ کوئی میرے ساتھ شامل ہوتا ہے یا نہیں

تیسری بات

جو تمہیدی طور پر میں کہنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے۔ کہ کوئی بڑی قربانی نہیں کی جا سکتی۔ جب تک اس کے لئے ماحول نہ پیدا کیا جائے۔ اچھا بیج ایسی جگہ جہاں وہ اگ نہیں سکتا۔ یا ایسے موسم میں جب وہ پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا اور اسے اگانے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ محنت ضائع جائے گی۔ کیونکہ اس زمین میں یا اس موسم یا ان حالات میں وہ اگ ہی نہیں سکتا۔ پس

کامیابی کے لئے

ضروری ہے۔ کہ ماحول ٹھیک ہو۔ اور گرد و پیش کے حالات موافق ہوں۔ اگر گرد و پیش کے حالات موافق نہ ہوں تو کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بہت سے لوگ

نیکی سے محروم

رہ جاتے ہیں ان کے اندر نیکی کرنے کا مادہ بھی موجود ہوتا ہے اور جذبہ بھی۔ مگر وہ ایسا ماحول نہیں پیدا کر سکتے جس کے ماتحت

صحیح قربانی

کر سکیں۔ پس ماحول کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے۔ میرے ایک بچہ نے ایک دفعہ ایک جائز امر کی خواہش کی۔ تو میں نے اسے لکھا۔ کہ یہ بے شک جائز ہے۔ مگر تم یہ سمجھ لو کہ تم

خدمت دین کے لئے زندگی وقف

کی ہوئی ہے۔ اور تم نے دین کی خدمت کا کام کرنا ہے۔ اور یہ امر تمہارے لئے اتنا بوجھ ہو جائے گا۔ کہ تم دین کی خدمت کے رستہ میں اسے نباہ نہیں سکو گے۔ اور یہ تمہارے رستہ میں مشکل پیدا کر دے گا۔ تو میں نے دیکھا ہے۔ کہ بہت سے لوگ نیکیوں سے اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ وہ ماحول پیدا

نہیں کر سکتے۔ وہ صرف یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم نے جب کہا کہ قربانی کریں گے۔ تو کریں گے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں

ماحول کی ایک مثال

میں پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص کی آمدنی دس روپے ہے۔ وہ پانچ روپے میں گذارہ کرتا ہے۔ اور پانچ روپے کی قربانی کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ شادی کرے تو دس روپے ہی صرف ہو جائیں گے اس صورت میں ممکن ہے۔ وہ ایک آدھ روپیہ تو بچا سکے۔ مگر یہ نہیں کہ پانچ کی ہی قربانی کر سکے۔ پس

قربانی حالات کے مطابق

ہوتی ہے۔ جب قربانی کے لئے چیز ہی پاس نہ ہو۔ تو قربانی کہاں سے دیگا۔ اسلام نے یہ جائز نہیں رکھا۔ کہ انسان شادی نہ کرے۔ یا اولاد پیدا نہ کرے۔ یہ میں نے مثال دی ہے۔ کہ انسان کی جتنی ذمہ داریاں زیادہ ہونگی۔ اتنی ہی مالی قربانی وہ کم کر سکیگا۔ پس آپ لوگ کتنے بھی ارادے قربانی کے کریں جب تک

ماحول میں تغیر

نہ ہو۔ انہیں پورا نہیں کر سکتے۔ مجھے ہزارہا لوگوں نے لکھا ہے۔ کہ ہم

قربانی کے لئے تیار

ہیں۔ اور جنہوں نے نہیں لکھا۔ وہ بھی اس انتظار میں ہیں کہ سکیم شائع ہو لے۔ تو ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ مگر میں بتاتا ہوں کہ کوئی قربانی کام نہیں دے سکتی۔ جب تک اس کے لئے ماحول پیدا نہ کیا جائے۔ یہ کہنا آسان ہے۔ کہ ہمارا مال سلسلہ کا ہے۔ مگر جب ہر شخص کو کچھ روپیہ کھانے پر اور کچھ لباس پر اور کچھ مکان کی حفاظت یا کرایہ پر کچھ علاج پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ تو اس صورت میں اس کا یہ کہنا کیا معنے رکھتا ہے۔ میرا سب مال حاضر ہے۔ اس قسم کی قربانی نہ قربانی پیش کرنے والے کو کوئی نفع دے سکتی ہے۔ اور نہ سلسلہ کو ہی اس سے ذرہ پہنچ سکتا ہے۔ سلسلہ اس کے ان الفاظ کو کہ میرا

سب مال حاضر ہے

کیا کرے۔ جب سارے مال کے معنے صفر کے ہیں۔ جس شخص کی آمد سو روپیہ اور خرچ بھی سو روپیہ ہے۔ وہ اس قربانی سے سلسلہ کو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک کہ پہلے خرچ کو سو سے نوے پر نہیں لے آتا۔ تب بے شک اس کی قربانی کے معنے دس فی صدی قربانی کے ہونگے۔ اس قسم کے دعوے کر دینا صرف ثابت کرتا ہے۔ کہ کہنے والا

بے سوچے سمجھے بات کرنیکا عادی

ہے۔ وہ پیش تب مال کرتا ہے۔ لیکن یہ غور نہیں کرتا۔ کہ اس کے پاس مال ہے ہی نہیں۔ ایک شخص کی اگر ایک پیسہ

کی بھی جائداد نہ ہو۔ اور وہ یہ کہے۔ کہ میری

ساری جائداد

حاضر ہے۔ تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بعض لوگ غلطی سے ایسی بات پیش تو کر دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ وہ کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں۔ پس دیکھنے والی بات یہی ہے۔ کہ قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے والے کس حد تک قربانی کر سکتے ہیں۔ یا کس حد تک

اپنے حالات میں تبدیلی

کر سکتے ہیں۔

غرض جو شخص بغیر حالات کے تغیر کے کہتا ہے۔ کہ میرا سب مال حاضر ہے۔ اگر تو وہ اس بات کو سمجھتے ہوئے کہ میرے پاس تو دینے کو کچھ بھی نہیں۔ ایسا دعوے کرتا ہے۔ تو وہ منافق بیوقوف ہے۔ لیکن اگر وہ بغیر غور کئے کے

اخلاص کے جوش میں

یہ دعوے کر دیتا ہے۔ تو وہ مخلص بیوقوف ہے۔ اگر عقلمند ہوتا تو اسے سوچنا چاہئے تھا۔ کہ اس کے مال کا کونسا حصہ ہے جس کی وہ قربانی پیش کرتا ہے۔ جب تک وہ اپنے خرچ کو سو سے کم کر کے بجائے نوے (۹۰) نوے (۹۰) یا ساٹھ ستر پر نہیں لے آتا۔ وہ قربانی کر ہی کیا سکتا ہے۔ قربانی تو اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ ایسا شخص اپنے اخراجات کو کم کرے اور پھر کہے کہ میں نے اپنے اخراجات میں یہ تغیرات کئے ہیں۔ اور ان سے یہ بچت ہوتی ہے۔ جو آپ لے لیں پس ضروری ہے۔ کہ

قربانی کرنے سے پیشتر

اس کیلئے ماحول پیدا کیا جائے۔ اس کے بغیر قربانی کا دعوے کرنا ایک نادانی کا دعوے ہے۔ یا منافقت۔

یاد رکھو کہ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک

عورتیں اور بچے

ہمارے ساتھ نہ ہوں۔ مرد اپنی جانوں پر عام طور پر پانچ دس فیصدی خرچ کرتے ہیں۔ سوائے ان عیاش مردوں کے جو عیاشی کرنے کیلئے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ ورنہ کنبہ دار مرد عام طور پر اپنی ذات پر پانچ دس فیصدی سے زیادہ خرچ نہیں کرتے۔ اور باقی نوے پچانوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے بھی کہ ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ ان کے آرام کا مرد زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ پس ان حالات میں مرد جو پہلے ہی پانچ یا دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس فیصدی اپنے اوپر خرچ کرتے ہیں۔ اور جن کی آمدنی کا اسی نوے فیصدی عورتوں اور بچوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اگر قربانی کرنا بھی چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں۔ جب تک عورتیں اور بچے ساتھ نہ دیں۔ اور جب تک وہ یہ نہ کہیں کہ ہم ایسا ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ مرد قربانی کر سکیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس تیسری اور

سب سے اہم بات

یہ ہے۔ کہ قربانی کے لئے پہلے ماحول پیدا کیا جائے۔ اور اس کے لئے ہمیں اپنے بیوی بچوں سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے۔ یا نہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو

قربانی کی گنجائش

بہت کم ہے ؎

مالی قربانی کی طرح

جانی قربانی

کا بھی یہی حال ہے جسم کو تکلیف پہنچانا کس طرح ہو سکتا ہے جب تک اس کے لئے عادت نہ ڈالی جائے۔ جو مائیں اپنے بچوں کو وقت پر نہیں جگاتیں۔ وقت پر پڑھنے کے لئے نہیں بھیجتیں۔ ان کے کھانے پینے میں ایسی احتیاط نہیں کرتیں کہ وہ

آرام طلب اور عیاش

نہ ہو جائیں۔ وہ قربانی کیا کر سکتے ہیں۔ عادتیں جو بچپن میں پیدا ہو جائیں۔ وہ نہیں چھوٹتیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ وہ بہت بڑے ایمان سے دب جاتی ہیں۔ مگر جب ایمان میں ذرا بھی کمی آئے۔ پھر عود کر آتی ہیں۔ پس جانی قربانی بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک عورتیں اور بچے ہمارے ساتھ متحد نہ ہوں۔ جب تک مائیں متحد نہیں ہوں گی۔ تو وہ روز ایسے کام کریں گی جن سے بچوں میں

سستی اور غفلت

پیدا ہو۔ پس جب تک مناسب ماحول پیدا نہ ہو۔ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

ہماری مالی قربانی

سوائے کمزوروں کے موجودہ ماحول کے لحاظ سے انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور جب تک ماحول تبدیل نہ ہو۔ اور بیوی بچوں کو ساتھ شامل نہ کیا جائے۔ اس وقت تک

مزید قربانیوں کا دعوے

پورا نہیں ہو سکتا۔ موجودہ حالات کے لحاظ سے اگر کوئی زیادہ سے زیادہ قربانی کرے گا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ مقروض ہو جائے گا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اثر اس کی جائداد پر پڑے گا۔ اور اس طرح جتنی قربانی وہ پہلے کرتا تھا۔ وہ بھی کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ ایسی قربانی کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی

ایک ہاتھ والا انسان

ایک طرف سے ہاتھ کاٹ کر دوسری طرف لگانا چاہے۔ دوسری طرف ہاتھ تو کیا لگے گا۔ دوسرا ہاتھ بھی وہ کھو بیٹھے گا۔ پس اگر ماحول کے بغیر قربانی کی جائے۔ تو قربانی کرنے والا یقیناً مقروض ہو جائے گا۔ اور اس کی جائداد پر اثر پڑ کر اور کم ہو جائے گی اور اس طرح یہ قربانی سلسلہ کے لئے مفید ہونے کی بجائے مضر ہوگی۔ مزید قربانیوں کے لئے ماحول پیدا کرنے کے واسطے ہمیں دیکھنا یہ ہے۔ کہ

ہمارا روپیہ خرچ کہاں ہوتا ہے

جو پیسہ ہم خرچ کرتے ہیں۔ اس میں سے ایک حصہ جائداد کی حفاظت کے لئے بھی صرف ہوتا ہے۔ تجارت اور زمینداری کی مضبوطی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ صدقات اور چندوں پر بھی خرچ ہوتا ہے۔ اور یہ سب خرچ مال کو کم کرنے کا نہیں۔ بلکہ بڑھانے کا ذریعہ ہیں پس ان اخراجات کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا باقی آمد کن کن مدات میں خرچ کرتی ہے۔ تو اس کی

موٹی موٹی آٹھ مدات

معلوم ہوتی ہیں۔

اول غذا

ہر انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ہر شخص کھانا کھانے پر مجبور ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا ہی ایسا کیا ہے۔ اور کھانے پینے کا حکم بھی دیا ہے۔ جو شخص نہ کھائے گا وہ سلسلہ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بلکہ مر جائے گا۔ اس لئے یہ خرچ بہر حال قائم رہنا ہے۔ دوسرے

لباس کا خرچ

ہے۔ اس کے متعلق بھی خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ لباس پہنو۔ اور ننگے نہ ہو۔ تیسرے

عورتوں کے زیورات

پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں مگر ساری دنیا میں ہو رہا ہے چوتھے

بیماریوں کے علاج

وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی قریباً ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے۔ شائد ہی کوئی ایسا آدمی ہو۔ جو کبھی بیمار نہ ہوا ہو۔ ورنہ ہر شخص بیمار بھی ہوتا ہے۔ اور ڈاکٹروں کی فیسوں اور دوائیوں وغیرہ پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پانچویں آج کل بڑا خرچ

تماشوں وغیرہ پر

ہوتا ہے۔ اور یہ خرچ شہروں وغیرہ میں خصوصیت سے زیادہ ہوتا ہے۔ طالب علم ہفتہ میں ایک دو بار ضرور سینما دیکھتے ہیں۔ اور ایک کافی تعداد ان کی دو روپیہ ماہوار کے قریب اس پر ضرور خرچ کر دیتی ہے۔ حالانکہ چندہ آٹھ آنے ماہوار بھی نہیں دے سکتے۔ تھیٹر سرکس اور دوسرے تماشے وغیرہ اتنے ہیں۔ کہ ان کا گننا بھی مشکل ہے۔ پھر بعض دفعہ کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ کے میچ ہوتے ہیں۔ ان پر بھی ٹکٹ ہوتا ہے پھر گھوڑ دوڑیں ہیں۔ ہمارے ملک میں گو اس کا رواج کم ہے مگر پھر بھی یہ ایک خرچ ہے۔ غرض تماشوں کا خرچ بھی آج کل کافی ہو جاتا ہے۔ لاہور میں سترہ اٹھارہ سینما ہیں۔ روزانہ دو کھیل ہوتے ہیں۔ اور اس طرح ۳۵-۳۶ سمجھو۔ اگر فی شو دو سو آدمی بھی سمجھا جائے۔ گو اس سے زیادہ ہوتے ہیں۔ تب بھی سات ہزار نے روزانہ تماشہ دیکھا۔ اور ٹکٹ کی قیمت اگر ایک روپیہ بھی اوسطاً رکھ لی جائے۔ تو گویا

سات ہزار روپیہ روزانہ

سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ یہ اندازہ میرے نزدیک بہت کم کر کے لگایا گیا ہے۔ مگر اس کے مطابق بھی سوا دو لاکھ روپیہ ماہوار اور

پچیس لاکھ روپیہ سالانہ

سینما پر خرچ ہوتا ہے۔ دوسرے تماشے وغیرہ بھی شامل کر لئے جائیں۔ تو ان اخراجات کا اندازہ

پچاس لاکھ

بھی کم ہے۔ یہ رقم صرف لاہور کی ہے۔ اور پنجاب بھر میں ڈیڑھ دو کروڑ روپیہ سے کم خرچ نہ بنے گا۔ اگر دیہات کی کھیلیں بھی شامل کر لی جائیں۔ تو چونکہ

دیہاتی آبادی

زیادہ ہوتی ہے۔ پنجاب میں یہ خرچ تین کروڑ کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اور یورپ میں تو یہ خرچ بہت ہی زیادہ ہے۔

انگلستان کی آبادی

چار کروڑ ہے۔ گو اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ ایک سال میں وہاں سینما پر چار کروڑ پاؤنڈ خرچ ہوا۔ اگر اس کے ساتھ دوسرے تماشوں اور گھوڑ دوڑوں وغیرہ کو شامل کر لیا جائے۔ تو خرچ اس سے دوگنے سے کم نہ ہوگا۔ گویا اندازہ

ایک ارب بیس کروڑ روپیہ

یا تیس روپیہ فی کس سالانہ یا اڑھائی روپیہ فی کس ماہوار۔ اور ہمارے ملک میں اوسطاً تین پیسے فی کس روزانہ آمد ہے۔ یعنے ڈیڑھ روپیہ فی کس ماہوار۔ جس میں سے

تمام اخراجات

پورے کرنے ہوتے ہیں مگر انگلستان میں اڑھائی روپیہ فی کس ہر مہینہ میں تماشوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ کتنا بڑا خرچ ہے۔ اور یہ آمدنی پر بہت بڑا بوجھ ہے ؎

چھٹا خرچ

شادی بیاہ

کا ہے۔ اس میں بھی بڑا خرچ ہوتا ہے۔ یہاں قادیان میں میں نے دیکھا ہے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ولیمہ کا مرض

بہت ترقی کرتا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی ولیمہ کی دعوتیں ہوتی تھیں۔ مگر بہت محدود

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں

بڑے سے بڑا ولیمہ بھی اتنا نہیں ہوا ہوگا جتنے ہمارے ہاں چھوٹے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس میں شاید میری نقل کرتے ہیں حالانکہ میرے تعلقات ساری جماعت کے ساتھ باپ بیٹے کے سے ہیں۔ اور ایسے موقعہ پر ہر خاندان کے ساتھ مجھے

محبت کا تعلق

ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ لوگوں کو بلا لینے کے باوجود کبھی مجھ پر شکوہ ہوتا ہے۔ کہ ہمیں نہیں بلایا گیا۔ اور اب تو مجھے بھی یہ تعداد تھوڑی کرنی پڑے گی۔ پس اگر

گنجیوں اور ڈوموں کا مرض

گیا ہے۔ تو اس کی جگہ ولیموں نے لے لی ہے۔ حالانکہ ولیمہ پر دس پندرہ دوستوں کو بلا لینا کافی ہوتا ہے۔ یا جیسا کہ سنت ہے۔ ایک بکرا ذبح کیا شوربا پکایا اور خاندان کے لوگوں میں بانٹ دیا۔ پھر میں نے دیکھا ہے کہ اب تک یہ مرض بھی چلا جا رہا ہے۔ کہ

لڑکی والے

یہ پوچھتے ہیں۔ زیور کیا دو گے اور ایسا کہتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ کوئی شخص اپنی طرف سے جس قدر چاہے دے لیکن لڑکی والوں کی طرف سے ایسی بات کا کہا جانا لڑکی کو فروخت کرنے کے مترادف ہے۔ پھر مہر بھی حد سے زیادہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں عام طور پر ایک ہزار روپیہ مہر ہوتا ہے بعض زیادہ بھی ہیں۔ زیادہ ان حالتوں میں ہیں جن میں عورتوں کو شرعی حصہ نہیں مل سکتا۔ وہاں مہر اتنا ہے کہ وہ کمی پوری ہو جائے۔ مگر یہاں میں نے دیکھا ہے۔ کہ معمولی معمولی آدمی

دس دس اور پانچ پانچ ہزار مہر

مقرر کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی جائدادیں اور آمدنیاں بہت ہی کم ہوتی ہیں۔ باہر سے ایک دوست نے مجھے خط لکھا کہ قادیان کے ایک آدمی نے مجھے کہا ہے۔ کہ آپ کے گھروں میں دس پندرہ ہزار مہر مقرر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بہرحال

مہر حیثیت کے مطابق

ہونا ضروری ہے۔

ساتواں خرچ

آرائش و زیبائش مکانات

پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود سادہ ہی رہنا چاہے تو بھی دوسروں کے لئے اس کو ایسا خرچ کرنا پڑتا ہے۔ میں خود زمین پر بیٹھنے کا عادی ہوں۔ اور زمین پر بیٹھ کر ہی کام کرتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ جلدی میں کوئی خط لکھنا ہوا۔ پیڈ میز پر پڑا ہوا اور وہیں بیٹھ کر لکھ دوں۔ ورنہ عام طور پر میں زمین پر بیٹھتا ہوں۔ مگر مجھے کوچ وغیرہ بھی رکھنے پڑتے ہیں کیونکہ میرے پاس انگریز بھی آ جاتے ہیں اور ایسے ہندوستانی بھی جو کوٹ پتلون پہنتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک خرچ ہے۔ جو پہلے نہیں تھا۔ اور اس پر بھی کافی رقم صرف ہو جاتی ہے۔

آٹھواں خرچ تعلیم کا ہے

تعلیم بہت گراں

ہو گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں مدارس کچھ نہیں لیتے تھے۔ وہ مفت پڑھاتے تھے۔ اور آسودہ حال لوگ ان کی خدمت کر دیتے تھے کتابیں بھی مدرسہ کی ہوتی تھیں۔ جو طالب علم تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دوسروں کے لئے وہیں چھوڑ جاتے تھے۔ طالب علموں کے کھانے پینے کا خرچ عام طور پر شہر والے برداشت کر لیتے تھے۔ اور بہت ہی کم ایسے طالبعلم ہوتے تھے جنہیں اپنا انتظام کرنا پڑتا۔ رہائش کے لئے مساجد کے ساتھ کوٹھڑیاں وغیرہ بنی ہوتی تھیں۔ مگر آج کل تعلیم بہت گراں ہے

کالج میں لڑکا

جاتا ہے۔ تو چالیس سے لے کر ڈیڑھ سو تک ماہوار اس پر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ بعض کالجوں کے خرچ زیادہ ہوتے ہیں۔ پھر بعض زیادہ تعلیموں پر زیادہ خرچ آتا ہے۔ مثلاً میڈیکل۔ اور سائنس کی تعلیم پر بہت خرچ ہوتا ہے۔ بعض کالجوں کی فیسیں زیادہ ہوتی ہیں اور اس طرح چالیس سے لے کر ڈیڑھ سو تک خرچ ہوتا ہے یہ ہندوستان کے

عام کالجوں کے حالات

ہیں بعض کالجوں کے اور بھی زیادہ خرچ ہوتے ہیں۔ اور یورپ میں تو تین سو سے لے کر پانچ سو روپیہ تک ماہوار خرچ ہوتا ہے۔ لیکن نوکریوں کا یہ حال ہے۔ کہ آخری عمر میں پہنچ کر شائد پانچ سو روپے تنخواہ مل سکے۔ تو تعلیم بھی آج کل بہت گراں ہے ان اخراجات کی موجودگی میں اگر ہم یہ کہیں کہ ہمارا سب کچھ سلسلہ کے لئے قربان ہے۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہو سکتا ہے جو شخص عملاً کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے۔ اس کا

زبانی دعویٰ

کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ میں نے جب بھی وقف کی تحریک کی ہے۔ تو میں نے دیکھا ہے چند آدمی ضرور اپنے نام پیش کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ پس ایسی قربانی کا دعویٰ کرنا جسے کرنے والا نہ خود کر سکے۔ اور نہ ہم اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکیں وہی بات ہے۔ کہ "سو گز وار دوں۔ ایک گز نہ پھاڑوں" پس اگر جماعت قربانی کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ماحول تیار کرے اور یہ بچوں اور عورتوں کو ساتھ ملائے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا تھا کہ مسجد کے پہلو میں جو جگہ

عورتوں کے لئے

پہلے ہوتی تھی۔ آج وہ ان کے لئے پھر تیار کر دی جائے تا وہ سن لیں۔ کہ سلسلہ کو قربانیوں کے لئے ان کی امداد کی کس قدر ضرورت ہے اگر قربانیاں نہ کر سکنے کی وجہ سے سلسلہ کی ترقی میں روک پیدا ہوتی ہے تو اس کی ذمہ داری عورتوں پر ہے بیسیوں مرد ایسے ہیں جن میں سے میں بھی ایک ہوں کہ

عورتوں اور بچوں کے اخراجات

پورے کرنے کے بعد جیب بالکل خالی ہو جاتی ہے۔ اور حالت گر زمے طلبی سخن درین است کی مصداق ہو جاتی ہے وہ اگر قربانی کا ارادہ بھی کریں تو کچھ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کے پاس ہوتا ہی کچھ نہیں۔ عام طور پر زیادہ خرچ عورتوں اور بچوں کا ہی ہے۔ سوائے کسی ایسے بخیل کے جو ان کو بھوکا رکھتا ہو یا ان کو آرام پہنچانے کا خیال نہیں رکھتا۔ اور ایسے شخص سے ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں۔ پس ہم قربانی کے لئے اس بات کے سخت محتاج ہیں کہ

عورتیں ہمارا ساتھ دیں

ورنہ ہماری قربانی لفظی قربانی رہ جائے گی۔ اس لئے میں عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ قربانیوں کی طرف توجہ کریں۔ اور ان امور میں جو میں آگے بیان کروں گا

مردوں کا ہاتھ بٹائیں

ان کے تعاون کے بغیر جو شخص قربانی کرنا چاہے گا۔ وہ زبردستی ان کے اخراجات کو کم کرے گا۔ اور اس طرح ایک تو وہ ثواب سے محروم رہ جائیں گی اور دوسرے گھر میں فساد ہوگا

ہماری مستورات

کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان سے پہلے ایسی مستورات گزری ہیں۔ جنہوں نے ایسی ایسی قربانیاں کیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

ہی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بہت صدقات کرتی تھیں اور اس وجہ سے ایک دفعہ ان کے بھانجے سے غلطی ہوئی۔ اور اس نے کہا کہ ہماری خالہ یونہی روپیہ اڑا دیتی ہیں۔ اور وارثوں کا کوئی خیال نہیں رکھتیں۔ حالانکہ ان کے بھی حقوق شریعت نے رکھے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو ان کو بہت افسوس ہوا۔ اور انہوں نے قسم کھائی کہ

399
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سے کبھی بات نہ کروں گی۔ اور اگر کروں تو مجھ پر غلاموں کا آزاد کرنا فرض ہوگا۔ لوگوں نے اُسے ملامت کی۔ کہ تم نے ایسا کیوں کہا ہے۔ معافی مانگو۔ وہ معافی مانگنے گئے مگر حضرت عائشہ رض نے کہا۔ کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے۔ اس لئے ہرگز بات نہیں کروں گی۔ صحابہ نے یہ کیا کہ کئی آدمی اکٹھے ہو کر حضرت عائشہ رض کے دروازے پر گئے اور آپکے بھانجے کو بھی ساتھ لے گئے۔ اور اس طرح اجازت مانگی کہ کیا ہم اندر آجائیں۔ اور اسے سکھا دیا۔ کہ جا کر اپنی خالہ سے لپٹ جانا۔ حضرت عائشہ رض نے اجازت دے دی اور کہا آجاؤ۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ ہی وہ بھانجہ بھی چلا گیا۔ اور جا کر خالہ سے لپٹ گیا۔ معافی مانگی حضرت عائشہ رض نے معاف کر دیا۔ مگر فرمایا کہ میں نے

غلاموں کی آزادی کا وعدہ

کیا تھا۔ اور کوئی حد نہ مقرر کی تھی۔ اب مجھے ساری عمر ہی غلام آزاد کرنے پڑینگے۔ چنانچہ آپ ساری عمر خرید خرید کر غلاموں کو آزاد کرتی رہیں۔ کیونکہ آپ کو ہمیشہ یہ شک رہا کہ شائد میرا عہد پورا ہوا یا نہیں۔

ماں کے لئے سب سے بڑی قربانی

بچے کی ہوتی ہے۔ مگر میں اس کے لئے بھی ایک عورت کی مثال پیش کرتا ہوں جو پہلے شدید کافرہ تھی۔ ایرانیوں کے ساتھ ایک جنگ میں مسلمانوں کو سخت شکست ہوئی۔ وہ اس کا ازالہ کرنے کیلئے پھر جمع ہوئے۔ مگر پھر بھی ایرانی بوجہ کثرت تعداد اور فراوانی اسباب کے غالب ہوتے نظر آرہے تھے۔ ہاتھیوں کے ریلے کا مقابلہ بھی ان سے مشکل سے ہوتا تھا۔ چنانچہ

آخری دن کی جنگ

میں بہت سے صحابہ مارے گئے تھے۔ آخر مسلمانوں نے مشورہ کیا کہ اگلے روز آخری اور فیصلہ کن جنگ کی جائے۔

خنساء نام ایک عورت

جو بڑی شاعرہ اور ادیب گزری ہے۔ ان کے چار بیٹے تھے انہوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا۔ اور کہا کہ میرے بچو میرے تم پر بہت سے حقوق ہیں۔ تمہارا باپ جواری تھا۔ میں نے چار دفعہ اپنے بھائی سے جائداد تقسیم کرا کر اسے دی۔ مگر اس نے چاروں دفعہ جوئے میں برباد کر دی۔ گویا نہ صرف یہ کہ اس کی اپنی جائداد کوئی نہ تھی۔ بلکہ اس نے میرے بھائی کی جائداد کو بھی لٹا دیا۔ مگر اس کے باوجود اس کی موت کے بعد میں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ اور اس کے

خاندان کو بٹہ

نہیں لگایا۔ اور بڑی محنت سے تمہاری پرورش کی۔ آج اس حق کو یاد کرا کر میں تم سے مطالبہ کرتی ہوں۔ کہ تم یا تو جنگ میں فتح حاصل کر کے آنا۔ اور یا مارے جانا۔ ناکامی کی حالت میں مجھے واپس آکر منہ نہ دکھانا۔ ورنہ میں اپنا یہ حق تمہیں نہ بخشوں گی۔ اس

جنگ کی تفاصیل

ایسی ہیں۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا ہر مسلمان اپنی جان کو میدان جنگ میں اس طرح پھینک رہا تھا۔ جس طرح کھیل کے میدان میں فٹ بال پھینکا جاتا ہے۔

عین دوپہر کے وقت جب معرکۂ جنگ نہایت شدت سے ہو رہا تھا۔ خنسا آئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اس معرکہ سے بہادروں کا زندہ واپس آنا مشکل ہے۔ انہوں نے اس وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ کہ اے خدا میں نے اپنے

بچے دین کے لئے قربان

کر دئے ہیں۔ اب تو ہی ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ خدا تعالےٰ نے ایسا فضل کیا کہ جنگ فتح ہو گئی۔ اور ان کے بچے بھی زندہ واپس آگئے۔ اسی طرح

ہندہ کی مثال

ہے۔ اس نے اور اس کے خاوند ابوسفیان نے بیس سال تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور فتح مکہ پر مسلمان ہوئے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے وہ اس قدر شدید بغض رکھتی تھی کہ

جنگ احد میں

حضرت حمزہ رض کی شہادت کے بعد اس نے ان کے ناک اور کان کٹوائے تھے۔ اور بعض روایات میں ہے۔ کہ ان کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ احد کی جنگ میں جب حضرت حمزہ شہید ہوئے تھے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور اس طرح مسلمان شہدا کی لاشیں کفار کے رحم پر تھیں۔ اس وقت ہندہ نے اس وجہ سے کہ حضرت حمزہ نے ایک خاص آدمی کو مارا تھا۔ ان کی

لاش کا مُثلہ

کروایا۔ تو وہ ایسی خطرناک دشمن تھیں۔ مگر

فتح مکہ کے بعد

وہ اور ان کے خاوند ابوسفیان بھی ایمان لے آئے۔ اور ان کے لڑکے حضرت معاویہ بھی۔ ایک جنگ کے موقعہ پر ہرقل کی فوجوں کے ساتھ سخت معرکہ درپیش تھا۔ مسلمانوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار تھی۔ اور دشمن کی دس لاکھ بھی بعض نے لکھی ہے۔ اور تین چار لاکھ تو مسیحی مورخین نے بھی بیان کی ہے۔ گویا ان کی تعداد مسلمانوں سے کم سے کم پانچ چھ گنا تھی۔ ایک دفعہ دشمن کی طرف سے ایسا سخت ریلہ ہوا کہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ہندہ نے جو اپنے خیمہ میں تھیں جب غبار اٹھتا دیکھا۔ تو کسی سے پوچھا کہ یہ کیسا غبار ہے۔ اس نے بتایا کہ

مسلمانوں کو شکست

ہو گئی ہے۔ اور وہ پسپا ہو رہے ہیں۔ ہندہ نے عورتوں سے کہا کہ اگر مردوں نے شکست کھائی ہے۔ اور اسلام کے نام کو بٹہ لگایا ہے۔ تو آؤ ہم مقابلہ کریں۔ عورتوں نے ان سے دریافت کیا کہ ہم کس طرح مقابلہ کر سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں کے گھوڑوں کو ڈنڈے مارینگی۔ اور کہینگی کہ تم نے پیٹھ دکھائی ہے۔ تو اب ہم آگے جاتی ہیں۔ اس وقت ابوسفیان اور دوسرے صحابہ واپس آرہے تھے۔ کیونکہ ریلہ بہت سخت تھا۔ انہیں دیکھکر ہندہ آگے آئیں۔ اور ان کے گھوڑوں کو ڈنڈے مارنے شروع کئے۔ اور ابوسفیان سے کہا کہ تم تو کفر کی حالت میں بھی اپنی بہادری کی بہت شیخیاں مارا کرتے تھے۔ مگر اب مسلمان ہو کر اس قدر بزدلی دکھا رہے ہو۔ حالانکہ اسلام میں تو

شہادت کی موت

زندگی ہے۔ اسپر ابوسفیان نے مسلمانوں سے کہا کہ واپس چلو ہندہ کے ڈنڈے دشمن کی تلوار سے زیادہ سخت ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے پھر حملہ کیا۔ اور خدا تعالےٰ نے ان کو فتح دی۔ تو

مسلمان عورتوں کی زندگیوں میں

قربانی کے ایسے شاندار نمونے ملتے ہیں جن سے بڑھکر نمونہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح مردوں نے بھی بے شمار قربانیاں کی ہیں۔

احد کی جنگ میں

بہت سے مسلمان شہید ہو گئے تھے۔ ایک زخمی صحابی کا قول کتنا پیارا اور دردناک ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سمجھتے تھے کہ قربانی کے کیا معنے ہیں۔

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم محفوظ ہو گئے اور کفار بھاگ گئے تو مسلمانوں نے لاشوں کا معائنہ کیا کہ دیکھیں کون کون شہید ہوا ہے۔ ایک انصاری اپنے کسی رشتہ دار کی تلاش میں تھے۔ کہ انہوں نے دیکھا۔ ایک صحابی زخمی پڑے ہیں۔ اور ان کی ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں۔ وہ اس کے پاس پہونچے۔ اور کہا بھائی تمہاری حالت خطرناک ہے۔ اپنے متعلقین کو

کوئی پیغام

دینا ہو۔ تو دے دو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں میں منتظر ہی تھا کہ کوئی اس طرف آئے تو میں اسے پیغام دوں میرا رشتہ داروں کو یہ پیغام ہے کہ اے عزیزو ہم نے جب تک زندہ تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جو ہمارے پاس

خدا تعالےٰ کی ایک امانت

ہیں۔ اپنی جانوں سے حفاظت کی۔ اب ہم جاتے ہیں۔ اور یہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امانت تمہارے سپرد ہے۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اپنے مال و جان سے اس کی حفاظت کرو۔ اس کے سوا نہ کسی کو سلام دیا نہ کوئی پیغام بلکہ یہی کہا کہ میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ جس رستہ سے میں آیا ہوں اسی سے تم بھی آؤ۔ تو یہ قربانیاں ہیں جو صحابہ کرام نے کیں۔ مگر ان کے باوجود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے دوستو! ان قربانیوں کو کچھ نہ سمجھو تم سے پہلے کچھ لوگ گزرے ہیں۔ جن کو آروں سے چیرا گیا اور جن کو آگ میں جلایا گیا محض اس وجہ سے کہ وہ خدا پر کیوں ایمان لائے تمہاری قربانیاں ان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

اصل بات یہ ہے کہ قربانی کرنا مشکل نہیں ایمان لانا مشکل ہے۔ جس کے دل میں ایمان پیدا ہو جائے اس کے لئے

کوئی بھی قربانی مشکل نہیں

ہوتی۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جن مردوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ عورتوں کی اور جن عورتوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ مردوں کی اور جن بچوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ اپنے ماں باپ کی مدد کریں گے اور آئندہ قربانیوں کے بارہ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے قربانیوں کے لئے

نیا ماحول

پیدا کرنے کے لئے میں جو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے میں پہلے علاج کو لیتا ہوں۔ شریعت کا حکم ہے کہ بیمار کا علاج کرانا چاہئے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ علاج کرانا بند کر دیا جائے۔ مگر اس سلسلہ میں

ڈاکٹروں سے ایک بات

کہنا چاہتا ہوں۔ آج کل ڈاکٹروں میں عام مرض ہے کہ وہ کبھی خیال نہیں کرتے۔ کہ جو دوائی وہ لکھ رہے ہیں۔ اس کی قیمت اور اس کے فائدہ میں نسبت کیا ہے۔ ایک اشتہار ان کے پاس آتا ہے۔ کہ فلاں دوائی کلیجی کے خون سے تیار کی گئی ہے اور جگر کے لئے بہت مفید ہے۔ اور وہ محض تجربہ کے لئے کسی مریض کو وہ لکھ دیں گے حالانکہ اس کی قیمت دس بارہ روپے ہوگی۔ مجھے خوب یاد ہے آج سے پچیس سال پہلے

ڈاکٹری نسخہ کی قیمت

دو تین آنہ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ اور آج کل جو قیمتی ادویات ڈاکٹر لکھ دیتے ہیں۔ ان کے بغیر ہی مریض صحت یاب ہو جاتے تھے۔ میں نے خود حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ کوئی بیماری ایسی نہیں۔ جس کا علاج پیسہ دھیلہ یا دمڑی سے نہ ہو سکتا ہو۔ آپ

ایک بزرگ صوفی کا ذکر

کرتے تھے۔ جنہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ کہ انسانی بیماریوں کا علاج انسان کے جسم کے اندر ہی موجود ہے۔ بعض بیماریوں کا علاج بال میں اور بعض کا علاج کان کی میل ہی ہے۔ آنکھ کی بعض بیماریوں میں کان کی میل بہت فائدہ دیتی ہے لیکن آج کل ڈاکٹر مریضوں کا بہت سا روپیہ علاج پر خرچ کرانے لگے ہیں اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار ضرور ہوتا ہے۔ بعض گھروں میں کئی کئی مریض ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر نسخے پر نسخے لکھتے ہیں۔ اور ان پر اس قدر روپیہ خرچ آتا ہے کہ بعض لوگوں نے مجھے بتلایا ہے کہ ان کی

آمد کا چوتھائی حصہ

علاج پر صرف ہو جاتا ہے۔ بعض غریب لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہم بیماری کی وجہ سے اتنے سو روپیہ کے مقروض ہو گئے ہیں حالانکہ دس پیسہ میں اس بیماری کا علاج ہو سکتا تھا۔ پس ڈاکٹر اس بات کا عہد کر لیں۔ کہ وہ اپنا سارا زور لگائیں گے۔

روپوں کا کام پیسوں میں

ہو۔ اور جب تک وہ یہ نہ سمجھیں کہ بغیر قیمتی دوا کے جان کے نقصان کا احتمال ہے اس وقت تک قیمتی ادویات پر خرچ نہ کروائیں گے۔ مثلاً بعض ٹیکے ایسے ہیں جو بعض بیماریوں میں نہایت مفید ہوتے ہیں۔ اور ان کے بغیر چارہ نہیں ہوتا میں انکی ممانعت نہیں کرتا اور وہ مہنگے بھی نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ایسی دوائیوں سے ہے جو آئے دن پیٹنٹ ہو کر نکلتی یا بڑی قیمتیں ان کی ہیں۔ حالانکہ وہ چیزیں سستے داموں میں اپنے ہاں تیار کی جا سکتی ہیں۔ یا پھر ان کی ضرورت ہی نہیں ہے اس طرح سے ملک کا اور ہماری جماعت کا روپیہ بے فائدہ باہر جاتا ہے۔ اور قوم میں

قربانی کی روح

کم ہوتی ہے۔ یورپ میں یہ روپیہ عیاشیوں میں صرف ہوتا ہے اگر

ہماری جماعت کے ڈاکٹر

یہ عہد کر لیں کہ علاج میں ایسے غیر ضروری مصارف نہیں ہونے دیں گے۔ اور جماعت کے لوگ یہ کوشش کریں کہ اپنے طبیبوں سے ہی علاج کرائیں گے۔ تو

پچاس ہزار روپیہ

سالانہ کی بچت ہو سکتی ہے۔ پنجاب میں سرکاری رپورٹ کے مطابق ہماری تعداد ۵۶ ہزار ہے۔ مگر ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے اس وقت بھی جبکہ یہ مردم شماری ہوئی ہم اپنی تعداد ڈیڑھ دو لاکھ سمجھتے تھے۔ اور اب تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اگر بغرض محال سارے ملک میں اپنی تعداد

چار لاکھ

بھی سمجھ لیں اور دو آنہ فی کس علاج کی اوسط رکھ لیں۔ پھر اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ دیہات میں عام طور پر لوگ علاج نہیں کراتے اگر اس تعداد کا دسواں بیسواں حصہ بھی لے لیا جائے تو باقاعدہ علاج کرانے والوں کی تعداد بیس ہزار بن جاتی ہے اور جس طرز پر یہ علاج ہوتا ہے۔ اس پر اڑھائی روپیہ سالانہ کی اوسط بھی رکھی جائے۔ تو یہ خرچ پچاس ہزار ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے گھروں میں دیکھا ہے کہ اوسطاً پچیس روپیہ ماہوار دوائیوں کا خرچ پڑ جاتا ہے۔ جس ہندے طبیب سے مشورہ کیا اس نے دس بیس روپیہ کا نسخہ لکھ دیا۔ اس طرح مختلف نسخہ جات پر قریباً پچیس روپیہ ماہوار خرچ ہو جاتا ہے علاوہ ان دوائیوں کے جو ہسپتال سے آتی ہیں۔ اور علاوہ ان کے جو میں نے خود منگوا کر اپنے گھر میں گھر کے استعمال کے لئے یا غربا کے استعمال کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔ تو تماشوں کے خرچ کی طرح

علاج کا خرچ

بھی اتنا بارگراں ہے۔ کہ یہ بھی ایک تماشا بنا ہوا ہے۔ لیکن اگر ڈاکٹر یہ عہد کر لیں۔ کہ وہ اپنے دماغ پر زور دے کر ایسے نسخے لکھیں گے۔ جو سستے داموں تیار ہو سکیں اور

قیمتی پیٹنٹ ادویہ

استعمال کرا کے نئی نئی دوائیوں کے تجربوں پر ملک کا روپیہ ضائع نہیں کرائیں گے۔ تو یہ بار بہت حد تک ہلکا ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ

سادات مدات اور

ہیں جن میں سے اول غذا ہے۔

غذا میں کثرت اور تنوع

اس قدر پایا جاتا ہے۔ کہ اس پر بہت خرچ ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں میں تو کھانے کا اس قدر مرض ہے۔ کہ جہاں بھی چند مسلمان جمع ہوں وہاں کھانے پینے کا ضرور ذکر ہوگا۔ کوئی کہیگا یار فلاں چیز کھلاؤ کوئی کہیگا یار میں تمہارے ہاں گیا تھا اور تم نے فلاں چیز نہیں کھلائی۔

ایک غریب دوست

نے ایک دفعہ ایک اور بھائی کی دعوت کی اور مجھے بھی اس دعوت میں بلایا۔ اس دعوت میں پلاؤ نہ تھا۔ جو صاحب مدعو تھے انہوں نے ہنس کر کہا کہ میری تو سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ پلاؤ کے بغیر بھی کوئی دعوت ہو سکتی ہے۔ آسودہ حال لوگوں میں تو تنوع بہت ہی زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور میرے زیادہ تر مخاطب

آسودہ حال لوگ

ہی ہیں۔ غربا کو تو روکھی سوکھی روٹی بمشکل ملتی ہے۔ کھانے کے متعلق دیہاتیوں کی ذہنیت کا پتہ اس سے لگ سکتا ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ ملکہ معظمہ کیا کھاتی ہوگی۔ تو دوسرے نے کہا۔ کہ ان کا کیا کہنا ہے۔ گڑ کی بھیلی اٹھائی اور کھائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس میں یہ باتیں ان لوگوں کے لئے کہہ رہا ہوں۔ اور انہی سے ہی قربانی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جو آسودہ حال ہیں۔ اور

ایک سے زیادہ کھانے

جن کے گھروں میں پکتے ہیں۔ ورنہ غربا کی قربانی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو چکی ہے۔ وہ کبھی روکھی سوکھی روٹی کھا لیتے ہیں کبھی شکر یا گڑ سے کبھی پیاز سے اور کبھی چٹنی سے اس لئے میرے مخاطب وہ نہیں۔ بلکہ وہ ہیں۔ جن کے گھروں میں اچھے اچھے کھانے پکتے ہیں۔ اور جو کثرت سے کھاتے ہیں یا جن کے کھانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ مالی یا جانی کسی قسم کی قربانی نہیں کر سکتے۔ جب تک اپنے حالات میں تبدیلی نہ کریں۔ انہیں اگر سفر پر جانا پڑے تو شکایت کرتے ہیں۔ کہ کھانا اچھا نہیں ملتا۔ دودھ نہیں ملتا۔ مکھن اور ٹوسٹ نہیں ملتے۔ کیونکہ وہ اچھے اچھے کھانے کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور تکلیف نہیں اٹھا سکتے اسی طرح

لباس میں

بھی زمیندار میرے مخاطب نہیں۔ ان کا لباس پہلے ہی سادہ اور ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات ضرورت سے کم ہوتا ہے۔ وہ صرف لنگوٹی باندھ لیتے ہیں یا اونچا تہ بند جس سے بدن کا کچھ حصہ ننگا رہتا ہے۔ اور اس میں اگر کسی اصلاح کی ضرورت ہے۔ تو یہ کہ اسے بڑھایا جائے۔

شہری لباس

میں لوگ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ اور اگر غلطی نہ ہو تو بھی ضرورت سے زیادہ لباس پر خرچ کرتے ہیں۔ لباس کی غرض یہ ہے۔ کہ عریانی نہ ہو۔ اور زینت ہو۔ لیکن عام طور پر لباس کے بعض حصے زینت سے نکل کر

فخر اور فیشن

کی طرف چلے گئے ہیں۔ مدنظر فیشن ہوتا ہے۔ گرمی سردی سے حفاظت یا محض زینت مدنظر نہیں ہوتی۔ بہت سے لوگ ان اغراض کے لئے نہیں۔ بلکہ دکھانے کے لئے کپڑے بناتے ہیں۔ ان کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ کسی کو یہ دکھائیں کہ تمہارے جیسا کوٹ ہم نے بھی بنا لیا ہے۔

زیور کلیتہً زیبائش کے لئے ہے

اس میں بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ شادی بیاہ اور

خوشی کے مواقع

پر بھی اخراجات میں ایسی اصلاح ہو سکتی ہے۔ کہ نئے ماحول کے ماتحت اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

تعلیم کے متعلق

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا سودا ہے۔ کہ جس سے بہر حال قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مدرسوں کی فیسیں کالجوں اور بورڈنگوں کی فیسیں اور اوزاروں یا آلات کی قیمت بہر حال خرچ کرنی پڑتی ہے۔ اور اسمیں کوئی نقصان نہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص زمین خرید لے۔ ہاں

طالب علموں کے کھانوں اور لباسوں میں

اخراجات کو کم کیا جا سکتا ہے۔

ان باتوں کے بیان کرنے میں

ایک بڑی مشکل

یہ ہے۔ کہ اگر میں خالی نصیحت کر دوں۔ تو ہر کوئی یہی کہیگا۔ کہ بہت اچھا۔ مگر عمل بہت کم لوگ کر سکیں گے۔ اور اگر ضروری قرار دیدوں تو اس کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی باتوں کو مستقل طور پر تمدن میں داخل کر دیا جائے۔ بعض صوفیاء نے خاص حالات کے ماتحت بعض شرطیں لگا دیں مثلاً یہ کہ

کفنی پہن لو

اور زیبائش کو ترک کر دو مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بعد میں فتوحات بھی ہوئیں بادشاہتیں بھی مل گئیں۔ مگر وہ کفنی نہ گئی۔ اسی طرح بعض نے خاص حالات کے ماتحت

اچھے کھانے

کھانے کی ممانعت کی۔ مگر زمانے بدل گئے۔ حالات میں تبدیلیاں ہو گئیں۔ لیکن اس میں تبدیلی نہ ہوئی۔ اور اب تک ایسے لوگ ہیں کہ پلاؤ کھانے لگیں۔ تو اسمیں مٹی ڈال لیں گے۔ تو ایک طرف مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی بدعت نہ پیدا ہو جائے اور دوسری طرف صراحتاً نظر آتا ہے۔ کہ اس کے بغیر ہم اپنی قربانیاں نہیں کر سکتے۔ جو سلسلہ کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ کھانے پینے اور رہائش کے لئے اسلام نے

تین اصول

مقرر کئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ اما بنعمت ربك فحدث یعنی جوں جوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ملے اسے ظاہر کیا جائے خدا تعالیٰ اگر مال دیتا ہے تو جسم کے لباس سے اسے ظاہر کرے اور تحدیث نعمت کرے۔ اس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرے۔ دوسری نیسری ہدایت یہ دی کہ

کلوا واشربوا ولا تسرفوا

یعنی کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ یعنی جب معلوم ہو کہ کھانا پینا حد سے آگے بڑھ گیا ہے۔ تو چھوڑ دو۔ یا یہ کہ جب زمانہ زیادہ قربانی کا مطالبہ کرے تو اس وقت فوراً اپنے خرچ میں کمی کر دو

اسراف بھی دو طرح کا ہوتا ہے

ایک شخص کی آمد ایک ہزار یا دو تین ہزار روپے ماہوار ہے اس کے گھر میں اگر چار یا پانچ کھانے پکتے ہوں یا پندرہ بیس روپے گز کا کپڑا وہ پہنتا ہے یا آٹھ دس سوٹ تیار کرا لیتا ہے۔ تو اس کے مالی حالات کے مطابق اسے ہم اسراف نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اگر اس کے بیوی بچے بیمار ہو جائیں اور وہ ایسے ڈاکٹروں سے علاج کرائے جو قیمتی ادویات استعمال کرائیں۔ اور اس طرح ہزار میں سے نوسو روپیہ اس کا دوائیوں پر خرچ ہو جائے لیکن کھانے اور پہننے میں پھر بھی وہ کوئی تبدیلی نہ کرے۔ تو یہ اسراف ہوگا۔ پس اصل یہ ہے کہ جب کوئی زمانہ ایسا آئے کہ مقابل پر

دوسری ضروریات

بڑھ جائیں۔ تو اس وقت پہلی جائز چیزیں بھی اسراف میں داخل ہو جائیں گی۔ اسلام ہر وقت

ایک قسم کی قربانی

کا مطالبہ نہیں کرتا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو حضرت ابوبکرؓ ایک خاص جنگ کے وقت اپنا سارا اور حضرت عمرؓ اپنا آدھا مال نہ پیش کرتے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیسیوں جنگیں ہوئیں۔ مگر حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا اور حضرت عمر نے اپنا آدھا مال نہیں دیا۔

ایک جنگ کے موقعہ پہ

حضرت عمرؓ کو یہ خیال آیا کہ آج زیادہ قربانی کا موقعہ ہے۔ میں حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ اور اس خیال سے وہ اپنا آدھا مال لیکر گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سے قبل حضرت ابوبکرؓ نے آدھا مال بھی کبھی نہ دیا تھا۔ وگرنہ حضرت عمرؓ کو یہ خیال کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اپنا آدھا مال دے کر حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ اس موقعہ کی نزاکت کو دیکھکر اپنا

سارا مال

دینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ چنانچہ جب وہ اپنا سارا مال لے کر گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جو آپ کے داماد تھے۔ اور ان کے گھر کی حالت سے واقف تھے۔ اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ آپ نے

گھر میں کیا چھوڑا

حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول کا نام۔ اسیوقت حضرت عمرؓ بڑے فخر سے

آدھا مال

لیکر آ رہے تھے۔ مگر جب وہ وہاں پہنچے تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کا یہ جواب سنا اور سمجھ لیا کہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پس ہر زمانہ کے لئے قربانی الگ الگ ہوتی ہے۔

بعض لوگ

نادانی سے یہ اعتراض کر دیتے ہیں۔ کہ جماعت میں لوگ اچھا کھانا کھاتے اور اچھا لباس پہنتے ہیں۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے۔ کہ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ ہمیشہ ہی اچھا کھانا نہ کھایا جائے۔ یا اچھے کپڑے نہ پہنے جائیں بلکہ اصول یہ ہے۔ کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب امام آواز دے

اس وقت اس کی آواز کے مطابق قربانی کی جائے۔ اس وقت جو شخص اس قربانی کے لئے ماحول پیدا نہیں کرتا۔ وہ اسراف کرتا ہے۔ اور قابل مواخذہ ہے۔ پس ایک اسراف عام حالات کے ماتحت ہے۔ اور ایک خاص حالات کے ماتحت جو لوگ چاہتے ہیں۔ کہ

امیر اور غریب

ہمیشہ ایک ہی سطح پر رہیں۔ وہ اما بنعمت ربک فحدث کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی سب ایک سطح پر نہیں تھے۔

جنگ تبوک کے موقع پر

ابو موسےٰ اشعری رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور کہا یا رسول اللہ ہمارے لئے سواری کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس سواری نہیں ہے۔ انہوں نے پھر کہا۔ مگر آپ نے پھر یہی جواب دیا۔ کہ میرے پاس نہیں ہے حالانکہ آپ کے پاس اپنے لئے سواری تھی۔ اور آپ تبوک کی طرف سواری پر ہی گئے تھے۔ اسی طرح بعض صحابہ اچھے کھانے کھاتے تھے۔ اور بعض کو

کئی کئی فاقے

ہوتے تھے۔ تو سب کو ہمیشہ برابر نہیں کیا جا سکتا۔ قربانی کے اوقات میں امام جو ہدایت کرے۔ اس کے مطابق عمل کرنا ہر ایک کا فرض ہوتا ہے۔ جیسے اب ہم کہتے ہیں۔ کہ غرباء یہ قربانی نہیں کر سکتے۔ آسودہ حال لوگ کریں۔ تو ان پر اس کی

تعمیل فرض

ہو گئی۔ اب جو یہ قربانی نہیں کرتا۔ وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک مستوجب سزا ہے۔ اور اس وقت میں جو مطالبہ کر رہا ہوں۔ وہ اسی اصل کے ماتحت ہے:

اسی طرح جو لوگ یہ چاہتے ہیں۔ کہ دین کے بارہ میں امراء کو

سادگی کی تعلیم

بھی نہ دی جائے۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ بے شک روپیہ امراء کا اپنا ہے۔ لیکن اسلام کے امراء اور دوسرے امراء میں ضرور فرق چاہیئے۔ مثلاً

اسلام کے امراء

کو غرباء کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ اور اسلام کے لئے بھی پس اس جنگ میں میرے مخاطب آسودہ حال لوگ ہوں گے۔ اور انہیں اپنے حق چھوڑنے پڑیں گے۔

جنگ کی حالت میں

خدا تعالےٰ بھی اپنے حق چھوڑ دیتا ہے۔ جنگ کی حالت ہو۔ تو حکم ہے۔ کہ آدھے لوگ ایک رکعت نماز پڑھ لیں۔ اور آدھے حفاظت کے لئے کھڑے رہیں۔ ان کے بعد ان کی جگہ دوسرے آ جائیں۔ گویا صرف

ایک رکعت نماز

کر دی۔ پھر بعض حالتوں میں قصر یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور خطرے کی حالت میں گھوڑے کی پیٹھ پر اشارے سے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ

خطرے کے حالات میں

اللہ تعالےٰ بھی اپنا حق چھوڑ دیتا ہے۔ پھر بندوں کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ خطرہ کی حالت میں اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں پس

اصول یہ ہیں

کہ (۱) ہر حالت میں غریب اور امیر کو ایک سطح پر لانے کی کوشش نہ کرو۔ اس سے نظام انسانیت بدل جاتا ہے۔ (۲) آسودہ حال لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے اموال کا ایک حصہ غرباء کے لئے اور ایک حصہ دین کے لئے وقف کریں۔ گو ہماری جماعت میں

لکھپتی اور کروڑپتی لوگ

نہیں۔ مگر جو لوگ کھاتے پیتے ہیں۔ وہ ہمارے معیار زندگی کے مطابق آسودہ حال ہیں چونکہ اس وقت ہمارا سلسلہ

خاص حالات

میں سے گزر رہا ہے۔ اس لئے جو لوگ عام حالات میں آسودگی سے رہتے ہیں۔ وہ اس امر کا ثبوت دیں۔ کہ پہلے وہ اگر کھاتے پیتے تھے۔ تو

خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت

اور خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت جب قربانی کے لئے انہیں بلایا گیا۔ تو انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا کر دیں گے تو ثابت ہو جائے گا۔ کہ غرباء کا ان پر جو یہ اعتراض تھا۔ کہ وہ عیاشی کے ماتحت کھاتے پیتے اور پہنتے تھے۔ وہ غلط تھا۔ وہ خدا تعالےٰ کے حکم کے ماتحت کھاتے پیتے تھے۔ جب اس کا حکم اس کے خلیفہ کے ذریعہ سے اپنی حالت بدلنے کے متعلق ملا۔ تو انہوں نے اپنی حالت کو بدل دیا:

جماعت سے قربانی کا پہلا مطالبہ

اس اصل کے بیان کرنے کے بعد اب میں پہلا مطالبہ کرتا ہوں۔ اور تین سال کے لئے جماعت کے مخلصوں کو بلاتا ہوں کہ جو ان شرائط پر عمل کر سکتے ہوں۔ اور جو سمجھتے ہوں۔ کہ وہ ان شرائط کے ماتحت آ سکتے ہیں۔ وہ کھانے پینے۔ پہننے رہائش اور زیبائش میں ایسا تغیر کریں۔ کہ قربانی کے لئے آسانی سے تیار ہو سکیں۔ اور اس کے لئے میں بعض باتیں پیش کرتا ہوں۔

پہلی بات

یہ ہے۔ کہ کھانے میں سادگی پیدا کی جائے۔ اس کے لئے ایک اصل ہمیں شریعت سے ملتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خوف و خطرات کا زمانہ تھا۔ اس وقت جو آپ نے مسلمانوں کو احکام دیئے تھے۔ ہم ان سے سبق حاصل کر سکتے ہیں آپ کا اپنا طریق بھی یہ تھا۔ اور ہدایت بھی آپ نے یہ کر رکھی تھی۔ کہ

ایک سے زیادہ سالن

استعمال نہ کیا جائے۔ اور اس پر اتنا زور دیتے تھے۔ کہ بعض صحابہ نے اس میں غلو کر لیا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے سامنے سرکہ اور نمک رکھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دو کھانے کیوں رکھے گئے ہیں۔ جبکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک کھانے کا حکم دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا۔ کہ یہ دو نہیں۔ بلکہ دونوں مل کر ایک سالن ہوتا ہے۔ مگر آپ نے کہا نہیں یہ دو ہیں۔ اگرچہ آپ کا یہ فعل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جذبہ کی وجہ سے غلو کا پہلو رکھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غالباً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا نہ تھا۔ لیکن اس مثال سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے۔ کہ آپ نے یہ دیکھ کر کہ

مسلمانوں کو سادگی کی ضرورت

ہے۔ اس کی کس قدر تاکید کی تھی۔ میں حضرت عمرؓ والا مطالبہ تو نہیں کرتا۔ اور یہ نہیں کہتا۔ کہ نمک ایک سالن ہے۔ اور سرکہ دوسرا۔ مگر یہ مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ آج سے

تین سال کے لئے

جس کے دوران میں ایک ایک سال کے بعد دوبارہ اعلان کرتا رہوں گا۔ تاکہ اگر ان تین سالوں میں حالت خوشکن بدل جائے۔ تو احکام بھی بدلے جا سکیں۔ ہر احمدی جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہونا چاہے۔ یہ اقرار کرے۔ کہ وہ آج سے

صرف ایک سالن

استعمال کرے گا۔ روٹی اور سالن یا چاول اور سالن یہ دو چیزیں نہیں۔ بلکہ دونوں ملکر ایک ہوں گے۔ لیکن روٹی کے ساتھ دو سالنوں یا چاولوں کے ساتھ دو سالنوں کی اجازت نہ ہو گی معمولی گزارہ والے گھروں میں بھی عورتیں تھوڑی تھوڑی مقدار میں ایک سے زیادہ چیزیں چسکہ کے طور پر تیار کر لیتی ہیں۔ اس عہد میں آنے والے لوگوں کے لئے اس کی بھی اجازت نہیں ہو گی۔ سوائے اس صورت کے کہ

کوئی دعوۃ ہو یا مہمان گھر پر آئے

اس کے احترام کے لئے اگر ایک سے زائد کھانے تیار کئے جائیں تو یہ جائز ہو گا۔ مگر مہمان کا قیام لمبا ہو۔ تو اس صورت میں اہل خانہ خود ایک ہی کھانے پر کفایت کرنے کی کوشش کرے یا سوائے اس کے کہ اس شخص کی کہیں دعوت ہو۔ اور صاحب خانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

401

ایک سے زیادہ کھانوں پر اصرار کرے۔ یا سوائے اس کے کہ اس کے گھر کوئی چیز بطور تحفہ آجائے۔ یا مثلاً ایک وقت کا کھانا تھوڑی مقدار میں بچ کر دوسرے وقت کے کھانے کے ساتھ استعمال کر لیا جائے۔ یہ قربانی ایسی نہیں۔ کہ اس سے کسی کی خواہ کتنا ہی مالدار ہو۔ ذلت ہوتی ہو۔ یا کسی کی

صحت کو نقصان

پہنچے۔ لیکن اس قاعدہ پر عمل کر کے آسودہ حال لوگوں کے گھروں میں اچھی خاصی بچت ہو سکتی ہے۔ ہاں

ایک اجازت

میں دیتا ہوں۔ بعض لوگ عادی ہوتے ہیں۔ کہ کھانے کے بعد میٹھا ضرور کھائیں۔ بلکہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو اگر میٹھا نہ کھائیں۔ تو نفخ ہو جاتا ہے۔ ہمارے گھر میں تو یہ عادت نہیں۔ مگر میں نے بعض لوگوں کو یہ شکایت کرتے سنا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اجازت ہے۔ کہ ایک سالن کے ساتھ ایک میٹھا بھی تیار کر لیں۔ مگر ایسے لوگ شاذ ہوتے ہیں۔

شاید ہزار میں ایک

انگریزوں میں تو اس کا رواج ہی ہے۔ مگر ہندوستان میں عام طور پر نہیں۔ اسی طرح جو لوگ کبھی کبھار کھانے کے ساتھ

کوئی میٹھی چیز

تیار کر لیں۔ ان کے لئے بھی جائز ہو گا۔ مگر میٹھی شے بھی ایک ہی ہو۔ نیز اس اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ یعنی یہ میٹھے کی خلاف عادت بھرمار نہ کی جائے۔ مہمان بھی اگر جماعت کا ہو۔ تو اسے بھی چاہیئے۔ کہ میزبان کو مجبور نہ کرے۔ کہ ایک سے زیادہ سالن اس کے ساتھ مل کر کھائے۔ ہر احمدی اس بات کا پابند نہیں۔ بلکہ اس کی پابندی صرف ان لوگوں کے لئے ہو گی۔ جو اپنے نام مجھے بتا دیں۔ اور ان سے میں امید رکھوں گا کہ اس کی پابندی کریں ؛

(بعض لوگوں نے

ناشتہ کے متعلق

بعد از خطبہ سوال کیا ہے۔ سو اس کا جواب بھی اس جگہ درج کر دیتا ہوں۔ چونکہ چائے پینے کی شے ہے۔ اسے کھانے میں شمار نہ کیا جائے گا۔ ہاں اس کے ساتھ جو چیز کھائی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہو گا۔ کہ ایک ہی ہو یعنی روٹی اور کوئی سالن یا بھجیا وغیرہ)

لباس کے متعلق

میرے ذہن میں کوئی خاص بات نہیں آئی۔ ہاں بعض عام ہدایات میں دیتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ جن لوگوں کے پاس کافی کپڑے ہوں۔ وہ ان کے خراب ہو جانے تک اور کپڑے نہ بنوائیں۔ پھر جو لوگ

نئے کپڑے

زیادہ بنواتے ہیں۔ وہ نصف پر یا تین چوتھائی پر یا ¾ پر آجائیں۔ مثلاً اگر دس جوڑے بنواتے ہیں۔ تو آٹھ یا چھ یا پانچ پر گزارہ کریں۔ جو عورتیں اس میں شامل ہوں۔ وہ اپنے اوپر ایسی ہی پابندی کریں۔

مردوں اور عورتوں کو

اس کے متعلق تفصیلات سے مجھے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہاں سب سے ضروری بات عورتوں کے لئے یہ ہو گی۔ کہ محض پسند پر کپڑا نہ خریدیں گی۔ یہاں

عورتوں کی دوکانیں

مردوں سے زیادہ چلتی ہیں۔ کیونکہ عورتیں صرف پسند آنے پر ضرورت کے بغیر بھی کپڑا خرید لیتی ہیں۔ پس عورتیں یہ بھی معاہدہ کریں۔ کہ صرف پسند ہونے کی وجہ سے وہ کوئی کپڑا نہ خریدیں گی۔ بلکہ جب ضرورت ہو۔ کپڑا لیں گی۔ اس عادت کو ترک کریں گی کہ جب پھیری والے کی آواز سنی کپڑا دیکھنے کو منگوا لیا۔ اور نہ یہ کہ گئے تو ایک دوپٹہ کا کپڑا خریدنے لیکن ایک پاجامہ کا کپڑا پسند آ گیا۔ اور وہ بھی ساتھ خرید لیا۔ عورتوں میں یہ مرض بہت ہے۔ کہ وہ ضرورت پر نہیں۔ بلکہ کپڑا پسند آجانے پر کپڑا خرید لیتی ہیں۔ یہ عادت اسراف میں بہت مد ہے۔ مرد جو

فیشن کی پابندی

کرتے ہیں۔ وہ بھی ایسا نہیں کرتے۔ کہ دوکانوں پر جا کر دیکھتے پھریں۔ اور جو کپڑا پسند آئے۔ وہ خرید لیں۔ مگر عورتیں ایسا کرتی ہیں۔ پس جو عورتیں اس تحریک میں شامل ہوں۔ وہ اس بات کی پابند ہوں گی۔ کہ صرف پسند آجانے پر کوئی کپڑا نہ خریدیں۔ بلکہ ضرورت ہو تو خریدیں۔

دوسری پابندی

عورتوں کے لئے یہ ہے۔ کہ اس عرصہ میں گوٹہ۔ کناری۔ فیتہ وغیرہ قطعاً نہ خریدیں۔ یہ باتیں میں کانگرس کے نقطہ نگاہ سے نہیں کہتا۔ اسی لئے اس کا یہ مطلب نہ سمجھا جائے۔ کہ پہلے جو چیزیں موجود ہیں۔ ان کو بھی ضائع کرنے یا جلا دینے کا حکم ہے۔ بلکہ یہ مطالبات اس لئے ہیں۔ کہ ہمیں

دین کے لئے قربانی

کی ضرورت ہے۔ پس پچھلا اگر موجود ہو۔ اسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مگر آئندہ سے خریدنا بند کر دیں ؛

تیسری شرط

اس مد میں یہ ہے۔ کہ جو عورتیں اس عہد میں اپنے آپ کو شامل کرنا چاہیں۔ وہ کوئی

نیا زیور

نہیں بنوائیں گی۔ اور جو مرد اس میں شامل ہوں۔ وہ بھی عہد کریں۔ کہ عورتوں کو نیا زیور بنوا کر نہیں دیں گے۔ پرانے زیور کو تڑوا کر بنانے کی بھی ممانعت ہے۔ عورتیں پرانے زیوروں کو تڑوا کر بھی نئے بنانے کی عادی ہوتی ہیں۔ اور اس میں بھی روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ اور جب ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ تو روپیہ کو کیوں خواہ مخواہ ضائع کریں۔

خوشی کے دنوں میں

ایسی جائز باتوں سے ہم نہیں روکتے۔ لیکن

جنگ کے دنوں میں

ایک پیسہ کی حفاظت بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہاں

ٹوٹے ہوئے زیور کی مرمت

جائز ہے۔ اور اسے مرمت کرا کر استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن نیا بنانے کی اجازت نہیں ؛

علاج کے متعلق میں کہہ چکا ہوں۔ کہ

اطباء اور ڈاکٹر

سستے نسخے تجویز کیا کریں۔ اس کے لئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ؛

پانچواں خرچ

سینما اور تماشے

ہیں۔ ان کے متعلق میں ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ تین سال تک کوئی احمدی کسی سینما۔ سرکس۔ تھیٹر۔ وغیرہ غرضیکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے۔ آج سے

تین سال تک کے لئے

میری یہ جماعت کو ہدایت ہے۔ اور ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے۔ اس کے لئے سینما یا کوئی اور تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا ناجائز ہے مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں۔ جو

سرکاری ملازم

ہیں۔ اور ان کو

خاص سرکاری تقریبوں پر

ایسے تماشوں میں جانا پڑ جائے۔ بعض سرکاری تقریبوں کے موقعہ پر کوئی کھیل تماشہ بھی جزو پروگرام ہوتا ہے ایسے موقعہ پر اگر جانا لازمی ہو۔ تو جانے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر لازمی نہ ہو۔ تو پھر انہیں چاہیئے۔ کہ خواہ مخواہ دوسروں کو

انگشت نمائی کا موقعہ

نہ دیں۔ جب چھوڑنے میں مشکلات ہوں تو مجبوری ہے۔ لیکن جب نہ دیکھنے میں کوئی حرج نہ ہو۔ تو ایسی جگہ جانے کی جو

بدنامی کا موجب

ہو۔ کوئی ضرورت نہیں۔ سینما کے متعلق اب میری یہی رائے ہے۔ کہ

سخت نقصان دہ چیز

ہے۔ اگرچہ آج سے صرف دو ماہ قبل تک میرا خیال تھا۔ کہ خاص فلمیں دیکھنے میں حرج نہیں۔ لیکن اب غور کرنے اور اس کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد کہ ملک پر اس کا کیا اثر ہو رہا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ موجودہ فلموں کو دیکھنا ملک اور اس کے

اخلاق کے لئے مہلک

ہے۔ اور اس لئے قطعاً ممنوع ہونا چاہیئے۔ میں نے تھوڑے ہی دن ہوئے فرانس کے متعلق پڑھا ہے۔ کہ وہاں گورنمنٹ کو فکر پڑ گئی ہے۔ کیونکہ کئی گاؤں اس لئے ویران ہو گئے ہیں کہ لوگ سنیما کے شوق میں گاؤں چھوڑ کر شہروں میں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ اسیطرح کے اور بہت سے حالات ہیں۔ جن پر نظر کر کے میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیز دنیا کے تمدن کو برباد کر دیگی۔ مگر میں ہمیشہ کے لئے اس کی ممانعت نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ

حرمت کی صورت

ہو جاتی ہے۔ اور اس کے لئے علماء سے مشورہ کی ضرورت ہے۔ اس لئے فی الحال ضرورت دینی کے لحاظ سے تین سال کے لئے اس کی ممانعت کرتا ہوں۔ اور یہ میرے لئے جائز ہے نمائش وغیرہ کے مواقعہ پر تجارتی حصے کو دیکھنا جائز ہے کپڑے دیکھو۔ بیج دیکھو۔ دوسری چیزوں کو دیکھو۔ اور ان سے اپنے لئے اور اپنے خاندان کے لئے فائدے کی باتیں نکالو۔ مگر تماشے کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ چھٹا

شادی بیاہ کا معاملہ ہے

ہے چونکہ یہ جذبات کا سوال ہے۔ اور حالات کا سوال ہے۔ اس لئے میں یہ حد بندی تو نہیں کر سکتا۔ کہ اتنے جوڑے اور اتنے زیور سے زیادہ نہ ہوں۔ ہاں اتنا مدنظر رہے۔ کہ تین سال کے عرصہ میں یہ چیزیں کم دی جائیں جو شخص اپنی لڑکی کو زیادہ دینا چاہے۔ وہ کچھ زیور کپڑا اور باقی

نقد کی صورت میں

دیدے۔

ساتواں مکانوں کی

آرائش و زیبائش

کا سوال ہے۔ اس کے متعلق بھی کوئی طریق میرے ذہن میں نہیں آیا۔ ہاں عام حالات میں تبدیلی کے ساتھ اسمیں خود بخود تبدیلی ہو سکتی ہے۔ جب غذا اور لباس سادہ ہوگا تو اسمیں بھی خود بخود لوگ کمی کرنے لگ جائیں گے۔ پس میں اس عام نصیحت کے ساتھ کہ جو لوگ اس معاہدے میں شامل ہوں۔ وہ آرائش و زیبائش پر خواہ مخواہ روپیہ ضائع نہ کریں۔ اس بات کو چھوڑتا ہوں۔ بعض عورتیں پرانے کپڑوں سے بڑی بڑی اچھی زیبائش کی چیزیں تیار کر لیتی ہیں انہیں اجازت ہے کیونکہ اسمیں روپیہ کا ضیاع نہیں بلکہ دستکاری کی ترقی ہوتی ہے۔ ہاں نئی چیزیں خریدنے پر پیسے خرچ نہ کئے جائیں

آٹھویں چیز

تعلیمی اخراجات

ہیں۔ اس کے متعلق کھانے پینے میں جو خرچ ہوتا ہے۔ اس کا ذکر میں پہلے کر آیا ہوں۔ جو خرچ اس کے علاوہ ہیں یعنی فیس یا آلات اور اوزاروں یا سٹیشنری اور کتابوں وغیرہ پر جو خرچ ہوتا ہے۔ اسمیں کمی کرنا ہمارے لئے مضر ہوگا۔ اس لئے نہ تو اسمیں میں کمی کی نصیحت کرتا ہوں۔ اور نہ ہی اسکی گنجائش ہے پس عام اقتصادی حالات میں تغیر کے لئے میں ان

آٹھ قربانیوں کا مطالبہ

کرتا ہوں۔ جو لوگ ان قربانیوں کو کرنا چاہیں۔ وہ مجھے لکھ کر اس کی اطلاع دیں۔ جو جماعتیں ایسا کرنا چاہیں۔ وہ ریزولیشن پاس کر کے مجھے بھیجدیں۔ یا اگر کوئی ایسے لوگ ہوں جن کے سوائے ساری جماعت ان قربانیوں کے لئے آمادہ ہو تو صرف ان کے نام لکھ کر بھیجے جا سکتے ہیں۔ یہ

تین سال کا عہد

ہوگا۔ جیسے ہر سال کے بعد دوہرایا جائیگا۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو کسی بات کو درمیان میں بھی چھوڑا جا سکیگا۔ جہاں یہ باتیں دوسرے گھروں کیلئے اختیاری ہیں وہاں ہمارے اپنے گھروں میں لازمی ہونگی۔ قرآن کریم میں حکم ہے۔ یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا الآیۃ۔ پس اس حکم کے ماتحت ایک نبی کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے میں بھی

اپنے بیوی بچوں کے لئے

ان باتوں کو لازمی قرار دیتا ہوں۔ وہ بچے جو میرے قبضہ میں ہیں ان پر ان باتوں کی پابندی لازمی ہے۔ ہاں جو علیحدہ ہو چکے ہیں۔ اور شادی شدہ ہیں۔ وہ خود ذمہ وار ہیں۔ وہ اپنے طور پر قربانی کریں۔ باقی جماعت میں سے جو چاہیں کریں۔ اور جو نہ چاہیں۔ نہ کریں۔ خدا تعالےٰ کے سامنے

براہ راست جواب دہ

میں ہی ہوں۔ دوسرے لوگ میرے تابع ہیں۔ جو ان باتوں میں میری متابعت کرنا چاہیں۔ وہ کریں۔ اور جو نہ کرنا چاہیں۔ نہ کریں۔ لیکن اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ جب تک عورتیں تعاون نہ کریں۔ اخراجات کم نہیں ہو سکتے اور کوئی ایسی رقم نہیں بچ سکتی جو سلسلہ کے کام آسکے۔ اور جب تک یہ کام نہ ہو اس وقت تک یہ کہنا کہ

ہمارے مال سلسلہ کیلئے حاضر ہیں

غلط ہے پہلے مال بچاؤ۔ پھر انکو حاضر کرو۔ جس شخص کی بیوی بچے اس قربانی کے لئے تیار نہ ہوں وہ اپنے آپکو ہی پیش کر سکتا ہے اور اپنے کھانے اور پہننے میں کمی کر سکتا ہے۔ اسی طرح جس عورت کا خاوند تیار نہ ہو وہ اگر چاہے تو اپنا نام پیش کر سکتی ہے۔ بچے بھی اسمیں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ اور کسی چیز میں نہیں۔ مگر اپنے جیب خرچ میں کمی کر سکتے ہیں۔ وہ اگر دو آنے ماہوار بھی بچائیں تو

قومی مال میں زیادتی

کر سکتے ہیں۔ پس یہ مطالبات ہیں۔ جو میں ان دوستوں سے کرتا ہوں۔ جو اس کے اہل ہیں۔ جو اس کے ماتحت آتے ہی نہیں۔ ان سے کوئی مطالبہ نہیں۔ پس جو

افراد یا جماعتیں

اسمیں شامل ہونا چاہیں۔ ان کے لئے میں آئندہ

ایک ماہ کی مدت

مقرر کرتا ہوں۔ ہندوستان کے رہنے والے ایک ماہ تک اپنے نام پیش کریں۔ اور دوسرے ممالک میں رہنے والے

چار ماہ کے اندر اندر

جس وقت سے وہ یہ عہد کرینگے۔ اسی وقت سے سال شروع ہوگا

جماعت سے قربانی کا دوسرا مطالبہ

دوسرا مطالبہ جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے۔ میں یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو

اپنی آمد کا ۱/۵ سے ۱/۳ حصہ تک

سلسلہ کے مفاد کے لئے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں پر خرچ کرتے ہیں۔ یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لئے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں سے کاٹ لیں۔ اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرا دیں۔ مثلاً ایک شخص کی

پانچسو روپے آمد

ہے۔ اور وہ موصی بھی ہے۔ اور دارالانوار کا ایک حصہ بھی اس نے لیا ہوا ہے۔ وہ دس بارہ روپے ماہوار اور ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرتا ہے۔ اس شخص نے ۱/۵ دینے کا عہد کر لیا اور یہ سو روپے کی رقم ہوئی۔ وصیت ایسے شخص کی پچاس ہوئی دارالانوار کمیٹی کے ۲۵ ہوئے۔ چندہ کشمیر اور دوسرے کارہائے ثواب مثلاً بارہ روپے ہوئے یہ کل رقم ۸۷ ہوئی۔ باقی تیرہ روپے ماہوار اس شخص کو انجمن میں اس تحریک کی امانت میں جمع کراتے رہنے چاہئیں۔

402
Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اگر ۱/۴ کا عہد کیا تو ۱۳ + ۲۵ اڑتیس روپیہ جمع کراتے رہنا چاہیئے۔ عہد کرنے والے شخصوں کو تین سال تک متواتر ایسا کرنا ہوگا۔

اس مطالبہ کے ماتحت جو آنا چاہے اسے چاہیئے کہ

جلد سے جلد مجھے اطلاع دے

اور یہ بھی اطلاع دے۔ کہ کس قدر حصہ کا عہد ہے اور چندے وغیرہ نکال کر کس قدر رقم اوسطاً اس کی امانت میں جمع کرانے والی پہنچے گی جسے وہ باقاعدہ جمع کراتا رہے گا۔ مقررہ تین سال کے بعد جتنی رقم جمع ہوگی۔ وہ یا تو نقد یا رقم کے برابر جائداد کی صورت میں اسے واپس دے دی جائیگی۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ

احتیاط اور کفایت

کے ساتھ دوست خرچ کریں گے اور بچت کر سکیں گے بعد میں وہ تمام کی تمام رقم انہیں واپس مل جائیگی۔ مگر اس رقم میں آنے شامل نہیں ہونگے۔ مثلاً جس شخص کے ذمہ پچاس روپیہ آٹھ آنہ بنتے ہیں وہ یا ۔/۵۰ روپیہ دے یا ۔/۵۱ طالب علم بھی اس میں شامل ہو سکتے ہیں اور اپنے خرچ میں سے ایک روپیہ بچا کر بھی جمع کرا سکتے ہیں یہ ضروری شرط ہے کہ آنے اس میں نہیں لئے جائیں گے۔ پس ایسی صورت میں کہ اس تجویز میں

طالبعلم عورتیں مرد

سب شامل ہو سکتے ہیں آسانی کے ساتھ اس میں دو ہزار آدمی حصہ لے سکتے ہیں۔ اور اوسط آمد ایک آدمی کی اگر پانچ روپیہ ماہوار بھی رکھ لی جائے۔ تو ہر ماہ میں

دس ہزار کی امانت

داخل ہو سکتی ہے۔ جو تین سال میں چار لاکھ کے قریب ہو سکتی ہے۔ تین سال کے بعد یہ روپیہ نقد یا اتنی ہی جائداد کی صورت میں واپس کر دیا جائیگا۔ جو کمیٹی میں اس رقم کی حفاظت کیلئے مقرر کرونگا اس کا فرض ہوگا کہ ہر شخص پر ثابت کرے۔ کہ اگر کسی کو جائداد کی صورت میں روپیہ واپس کیا جا رہا ہے۔ تو وہ جائداد فی الواقعہ اس رقم میں خریدی گئی ہے اس

سب کمیٹی کے ممبر

علاوہ میرے مندرجہ ذیل احباب ہونگے۔

(۱) میرزا بشیر احمد صاحب (۲) چودہری ظفر اللہ خان صاحب (۳) شیخ عبدالرحمن صاحب مصری (۴) مرزا محمد اشرف صاحب (۵) مرزا شریف احمد صاحب (۶) ملک غلام محمد صاحب لاہور (۷) چودہری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) چوہدری حاکم علی صاحب سرگودہا اور چودہری فتح محمد صاحب اس

کمیٹی کا کام

میں اسی کو بتاؤں گا۔ باقی میں اس کی غرض نہیں بتا سکتا۔ بہرحال یہ قربانی مالی لحاظ سے بھی ثواب کے لحاظ سے بھی اور جماعت کی ترقی کے لحاظ سے بھی مفید ہوگی۔ انشاء اللہ

جماعت سے قربانی کا تیسرا مطالبہ

تیسرا مطالبہ میں یہ کرتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے اس وقت بڑی ضرورت ہے کہ وہ جو گندہ لٹریچر ہمارے خلاف شائع کر رہا ہے اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطۂ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے اور وہ روکیں جو ہماری ترقی کی راہ میں پیدا کی جا رہی ہیں انہیں دور کیا جائے۔ اس کے لئے بھی

خاص نظام کی ضرورت

ہے۔ روپیہ کی ضرورت ہے آدمیوں کی ضرورت ہے اور کام کرنے کے طریقوں کی ضرورت ہے طریق میں بیان نہیں کرتا۔ یہ میں اس کمیٹی کے سامنے ظاہر کرونگا۔ جو اس غرض کے لئے بنائی جائے گی اس کام کے واسطے تین سال کیلئے

پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت

ہوگی۔ فی الحال پانچ ہزار روپیہ کام کے شروع کرنے کے لئے ضروری ہے بعد میں دس ہزار کا مطالبہ کیا جائیگا اور اگر اس سے زائد جمع ہوگیا تو اسے اگلی مدات میں منتقل کر دیا جائیگا

کمیٹی کا مرکز

لاہور میں ہوگا اور اس کے ممبر مندرجہ ذیل ہونگے۔

(۱) پیر اکبر علی صاحب (۲) شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور (۳) چودہری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر لاہور (۴) ملک عبدالرحمن صاحب قصوری (۵) ڈاکٹر عبدالحق صاحب بھاٹی گیٹ لاہور (۶) ملک خدا بخش صاحب لاہور (۷) چودہری محمد شریف صاحب وکیل منٹگمری (۸) شیخ جان محمد صاحب سیالکوٹ (۹) مرزا عبدالحق صاحب وکیل گورداسپور (۱۰) قاضی عبدالحمید صاحب وکیل امرتسر (۱۱) سید ولی اللہ شاہ صاحب (۱۲) شمس صاحب یا اگر وہ باہر جائیں تو مولوی اللہ دتا صاحب (۱۳) شیخ عبدالرزاق صاحب بیرسٹر لائل پور (۱۳) مولوی غلام حسین صاحب جھنگ (۱۴) صوفی عبدالغفور صاحب حال لاہور۔ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ جن دوستوں کو توفیق اور اخلاص دے

سو سو یا دو دو سو

یا زیادہ مقدار میں یکمشت چندہ دیں۔ ہاں غرباء کو ثواب میں شامل کرنے کے لئے میں ان کے لئے اجازت دیتا ہوں۔ کہ اس تحریک کے لئے وہ دس دس یا بیس بیس کی رقوم بھی دے سکتے ہیں یا دس دس ماہوار کر کے دے سکتے ہیں یہ کام تین سال تک غالباً جاری رہے گا۔

اس کمیٹی کے اجلاس میں ہی میں اس کے کام

کے طریقے

بتلاؤں گا۔ میں خود اس کا ممبر نہیں ہوں۔ مگر مجھے حق ہوگا کہ جب چاہوں اس کا اجلاس بلاؤں اور ہدایات دوں۔

اس کمیٹی کا کام

یہ ہوگا۔ کہ میری دی ہوئی ہدایات کے مطابق دشمن کے پروپیگنڈا کا بالمقابل پروپیگنڈا سے مقابلہ کرے۔ مگر اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا۔ کہ تجارتی اصول پر کام کرے مفت اشاعت کی قسم کا کام اس کے دائرہ عمل سے خارج ہوگا۔

جماعت سے قربانی کا چوتھا مطالبہ

چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ قوم کو مصیبت کے وقت

پھیلنے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کہتا ہے کہ مکہ میں اگر تمہارے خلاف جوش ہے تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے اگر باہر نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ترقی کے بہت سے راستے کھول دیگا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے اور رعایا میں بھی۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ ہماری

مدنی زندگی کی ابتدا

کہاں سے ہوتی ہے۔ قادیان بے شک ہمارا مذہبی مرکز ہے۔ مگر ہمیں کیا معلوم کہ

ہماری شوکت و طاقت کا مرکز

کہاں ہے۔ یہ ہندوستان کے کسی اور شہر میں بھی ہو سکتا ہے اور چین۔ جاپان۔ فلپائن۔ سماٹرا۔ جاوا۔ روس۔ امریکہ غرضیکہ دنیا کے کسی ملک میں ہو سکتا ہے اس لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو۔ کہ لوگ بلاوجہ جماعت کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ کچلنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارا ضروری فرض ہو جاتا ہے۔ کہ باہر جائیں اور تلاش کریں کہ ہماری مدنی زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے ہمیں کیا معلوم ہے کہ کونسی جگہ کے لوگ ایسے ہیں کہ وہ فوراً احمدیت کو قبول کر لیں گے۔ اور ہمیں کیا معلوم ہے کہ جماعت کو ایسی طاقت کہاں سے حاصل ہو جائے گی۔ کہ اس کے بعد دشمن شرارت نہ کر سکے گا۔ مجھے

شروع خلافت سے

یہ خیال تھا۔ اور اسی خیال کے ماتحت میں نے باہر مشن قائم کئے تھے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بیرونی مشنوں پر روپیہ خرچ کرنا بے وقوفی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ خیال صرف اسی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ایسے لوگوں نے سلسلہ

کی اہمیت کو نہیں سمجھا اور اسے ایک انجمن خیال کر لیا ہے مذہبی سلسلے ضرور ایک وقت

دنیا کے توپ خانوں کی زد میں

آتے ہیں۔ اور وہ کبھی ظلم و ستم کی تلوار کے سایہ کے بغیر ترقی ہی نہیں کر سکتے۔ پس ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ مختلف ممالک میں ان کی شاخیں ہوں۔ تاکہ ایک جگہ وہ

ظلم و ستم کا تختۂ مشق

ہوں۔ تو دوسری جگہ پر ان کی امن کے ساتھ ترقی ہو رہی ہو۔ اور تاکہ ان کا مذہبی لٹریچر دشمن کی دستبرد سے محفوظ رہے۔ جو شخص بھی اس سلسلہ کو

ایک آسمانی تحریک

سمجھتا ہے اسے اس امر کے لئے تیار ہونا پڑے گا اور جو اس نکتہ کو نہیں سمجھتا۔ وہ حقیقت میں اس سلسلہ کو بالکل نہیں سمجھتا غرض سلسلہ احمدیہ کسی جگہ بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھ سکتا اس لئے جب تک ہم سارے ممالک میں اپنے لئے جگہ تلاش نہ کریں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ہماری مثال

فقیر کی طرح ہے جو سب دروازے کھٹکھٹاتا ہے ہمارا فرض ہے کہ دنیا میں نئے نئے رستے تلاش کریں اور نئے نئے ممالک میں جا کر تبلیغ کریں۔ ہمیں کیا معلوم ہے کہ کہاں لوگ جوق در جوق داخل ہونگے۔ چونکہ ہمارا پہلا تجربہ بتاتا ہے کہ

باقاعدہ مشن

کھولنا مہنگی چیز ہے اس لئے پرانے اصول پر نئے مشن نہیں کھولے جا سکتے۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ

دو دو آدمی تین نئے ممالک میں

بھیجے جائیں۔ ان میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو اور ایک ایک عربی دان۔ سب سے پہلے تو ایسے لوگ تلاش کئے جائیں۔ کہ جو سب یا کچھ حصہ خرچ کا دے کر حسب ہدایت جا کر کام کریں۔ مثلاً

صرف کرایہ لے لیں

آگے خرچ نہ مانگیں یا کرایہ خود ادا کریں۔

خرچ چھ سات ماہ کے لئے

ہم سے لے لیں یا کسی قدر رقم اس کام کے لئے دے سکیں اگر اس قسم کے آدمی حسب منشاء نہ ملیں تو جن لوگوں نے پچھلے خطبہ کے ماتحت وقف کیا ہے ان میں سے کچھ آدمی چن لئے جائیں جن کو صرف کرایہ دیا جائے اور چھ ماہ کے لئے معمولی خرچ دیا جائے۔ اس عرصہ میں وہ ان ملکوں کی زبان سیکھ کر وہاں کوئی کام کریں اور ساتھ ساتھ تبلیغ بھی کریں۔ اور سلسلہ کا لٹریچر اس ملک کی زبان میں ترجمہ کر کے اسے اس ملک میں پھیلائیں اور اس ملک کے تاجروں اور احمدی جماعت کے تاجروں کے درمیان تعلق بھی قائم کرائیں غرض مذہبی اور تمدنی طور پر اس ملک اور احمدی جماعت کے درمیان واسطہ بنیں۔ پس میں اس تحریک کے ماتحت ایک طرف تو

ایسے نوجوانوں کا مطالبہ

کرتا ہوں۔ جو کچھ خرچ کا بوجھ خود اٹھائیں۔ ورنہ وقف کرنے والوں میں سے ان کو چن لیا جائے گا۔ جو کرایہ اور چھ ماہ کا خرچ لے کر ان ملکوں میں تبلیغ کے لئے جانے پر آمادہ ہونگے۔ جو ان کے لئے تجویز کئے جائیں گے۔ اس

چھ ماہ کے عرصہ میں

ان کا فرض ہوگا۔ کہ علاوہ تبلیغ کے وہاں کی زبان بھی سیکھ لیں۔ اور اپنے لئے کوئی کام بھی نکال لیں جس سے آئندہ گذارہ کر سکیں۔ اس تحریک کے لئے خرچ کا اندازہ میں نے

دس ہزار روپیہ

کا لگایا ہے۔ پس دوسرا مطالبہ اس تحریک کے ماتحت میرا یہ ہے کہ

جماعت کے ذی ثروت لوگ

جو سو روپیہ یا زیادہ روپیہ دے سکیں اس کے لئے رقوم دے کر ثواب حاصل کریں۔ غرباء کی خواہش کو مد نظر رکھ کر میں اس کی بھی اجازت دیتا ہوں۔ کہ جو سو نہیں دے سکتے۔ وہ دس بیس تیس یا زیادہ رقوم جو دہاکوں پر مشتمل ہوں ادا کریں یا دس دس بیس بیس ماہوار کر کے اس میں شامل ہو جائیں تمام غیر ممالک میں

احمدیت کا جھنڈا

گاڑنا نہایت اہم اور ضروری ہے۔ میں نے پہلے بھی اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کی تحریک پر

ایک نوجوان

جن کا نام کرم دین ہے۔ چپکے سے چلے گئے اور جہاز پر جا کر کوئلہ ڈالنے پر ملازم ہو گئے۔ اس طرح انگلستان جا پہونچے جماعت نے سات آٹھ دن تک کھانا وغیرہ ان کو دیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھیری کا کام شروع کر دیا۔ اور ساتھ ہی کام بھی سیکھنے لگ گئے۔ اور اس وقت وہ انگلش ویرہوس لاہور میں اڑھائی تین سو روپیہ تنخواہ پاتے ہیں۔ پس میں اس تجربہ سے بھی سمجھتا ہوں۔ چھ سات ماہ کی مدت کام تلاش کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر اس میں بھی کوئی کام پیدا نہیں کر سکتا تو وہ نالائق ہے۔ ایسے نوجوان

باقاعدہ مبلغ

نہیں ہونگے۔ مگر اس بات کے پابند ہونگے کہ باقاعدہ رپورٹیں بھیجتے رہیں۔ اور ہماری ہدایات کے ماتحت تبلیغ کریں۔ پس پہلے مطالبہ کو ملا کر یہ پچیس ہزار کا مطالبہ ہوا۔ جس میں سے پندرہ ہزار کی فوری ضرورت ہے۔

جماعت سے قربانی کا پانچواں مطالبہ

پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا۔ اور اس طرح ۱۲۰۰ سو روپیہ اس کے لئے درکار ہے جو دوست اس میں بھی حصہ لے سکتے ہوں وہ لیں۔ اس میں بھی غرباء کو شامل کرنے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں۔ کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے پانچ پانچ روپے دے سکتے ہیں۔

جماعت سے قربانی کا چھٹا مطالبہ

چھٹا مطالبہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ وقف کنندگان میں سے پانچ افراد کو مقرر کیا جائے کہ سائیکلوں پر

سارے پنجاب کا دورہ

کریں۔ اور اشاعت سلسلہ کے امکانات کے متعلق مفصل رپورٹیں مرکز کو بھجوائیں۔ مثلاً یہ کہ کس علاقہ کے لوگوں پر کس طرح اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ کون کون سے با اثر لوگوں کو تبلیغ کی جائے تو احمدیت کی اشاعت میں خاص مدد مل سکتی ہے کس کس جگہ کے لوگوں کی کس کس جگہ کے احمدیوں سے رشتہ داریاں ہیں۔ کہ ان کو بھیج کر وہاں تبلیغ کرائی جائے وغیرہ وغیرہ۔

پانچ آدمی

جو سائیکلوں پر جائیں گے۔ مولوی فاضل یا انٹرنس پاس ہونے چاہئیں۔ تین سال کے لئے وہ اپنے آپ کو وقف کریں گے۔ پندرہ روپیہ ماہوار ان کو دیا جائے گا تبلیغ کا کام ان کا اصل فرض نہیں ہوگا۔ اصل فرض

تبلیغ کے لئے میدان تلاش کرنا

ہوگا۔ وہ تبلیغی نقشے بنائیں گے۔ گویا جس طرح گورنمنٹ سروے Survey کراتی ہے وہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے پنجاب کا سروے کریں گے ان کی تنخواہ اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ ملا کر سو روپیہ ماہوار ہوگا۔ اور اس طرح کل رقم جس کا مطالبہ ہے۔

۲۷½ ہزار

بنتی ہے۔ مگر اس میں سے ½۱۷ ہزار کی فوری ضرورت ہے جو دوست اس میں حصہ لے سکیں فوراً لیں۔ عام چندے ان چندوں میں شامل نہیں۔ اس تحریک میں بھی غرباء کو حصہ دلانے کے لئے میں اجازت دیتا ہوں۔ کہ جو لوگ پانچ پانچ روپیہ اس مد میں مدد دے سکیں وہ بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ خواہ یک مشت یا پانچ روپیہ ماہوار کر کے

403
Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہاں جو لوگ اس سے کم حیثیت رکھتے ہیں وہ میرے مخاطب نہیں۔ اور نہ ان کے ثواب میں کمی آتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔

اب آج کے خطبہ میں میں صرف یہ

چھ مطالبات

کرتا ہوں۔ بقیہ باتیں اگلی دفعہ بیان کرونگا۔

ایک بات

سادہ زندگی کے متعلق ہے۔ جس میں جو مرد عورت بچے شامل ہونا چاہیں وہ اپنا نام مجھے لکھ دیں۔

دوسرے

وہ جو ۱/۴ سے ۱/۳ حصہ تک اپنی آمدنیوں میں سے وقف کر سکیں۔ تین سال تک ایسی رقم واپس نہیں ہو سکے گی۔ اور تین سال کے بعد روپیہ یا جائداد کی صورت میں واپس ہوگی۔

تیسرے

پراپیگنڈا کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جس کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ جس میں سے پانچ ہزار فوری طور پر چاہیئے۔

چوتھی بات

یہ ہے کہ تین نئے ممالک میں دو دو کر کے چھ آدمیوں کو کچھ کرایہ یا خرچ دے کر بھیجا جائے۔ اور ہر سال وہاں ایک ایک آدمی اور ضرور بھیجا جاتا رہے۔ اس طرح بہت سے آدمی تھوڑے عرصہ میں ہی مختلف ممالک میں پہنچ جائیں گے یہ خرچ اتنا کم اور اس کے نتائج اتنے اہم ہیں۔ کہ جس کا ابھی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ایک ایک مشن کا خرچ پانچ پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ ہے۔ مگر اس طرح پانچ ہزار سے تین نئے مشن قائم ہو سکیں گے۔ یہی پرانے زمانہ میں

صوفیا کا دستور

تھا۔ اور ایسا ہی وقت اب ہمارے لئے آگیا ہے۔

پانچویں بات

یہ ہے کہ سو روپیہ ماہوار کی ایسے ذرائع تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔ جنہیں میں ظاہر نہیں کرتا۔ جن کے سپرد یہ کام ہوگا۔ انہیں پر اسے ظاہر کرونگا اور

چھٹی بات

یہ ہے کہ سو روپیہ ماہوار کی سارے پنجاب کی سروے کے لئے ضرورت ہے۔ یہ چھ باتیں ہیں جو آج میں پیش کرتا ہوں اور بھی تجاویز ہیں۔ جو اگلے جمعہ میں بیان کروں گا۔ ایک طرف تو مالدار لوگ ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ فوراً جمع کر دیں۔ اور دوسرے نوجوان جنہوں نے اپنے نام پیش کئے ہیں دوبارہ غور کر کے مجھے اطلاع دیں۔ کہ کیا وہ ان شرائط کے ماتحت غیر ممالک کو جانے کے لئے تیار ہیں یا سائیکل پر سروے کا کام ان کے سپرد کیا جائے تو کیا وہ اس کے لئے تیار ہیں۔ ترجیح غیر ممالک میں جانے کے لئے ان لوگوں کو دی جائے گی جو اپنا خرچ کر سکیں۔ سائیکلوں پر جانے والے آدمی محنتی ہونے چاہئیں۔ پھر اخراجات میں کمی کر کے جو لوگ تین سال تک امانت کے طور پر بیت المال میں جمع کرا سکیں۔ وہ بھی مجھے اپنے نام بتا دیں

میں سمجھتا ہوں

کہ جس جوش کے ساتھ دوستوں نے پہلے قربانیوں کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ اس سے اگر آدھے جوش کے ساتھ بھی کام کریں تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ یہ مطالبات پورے نہ ہو جائیں۔

میں

دعا

کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے بیش از بیش قربانیوں کی توفیق دے۔ اور کارکنوں کو بھی توفیق دے کہ جماعت کے اموال کو دیانت کے ساتھ اور ایسے طریق پر صرف کر سکیں۔ کہ بہتر سے بہتر نتائج پیدا ہوں۔ وہ اپنے

فضل اور برکت کے دروازے

ہم پر کھول دے۔ اور سلسلہ کی ترقی کا جو کام ہمارے ذمہ ڈالا ہے اسے خود ہی پورا کرے۔

چندہ جلسہ سالانہ جلد ادا فرمائیں

چونکہ جلسہ سالانہ بہت قریب آگیا ہے۔ اس کے لئے سامان خورونوش و دیگر انتظامات سرعت کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ جن کے لئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ احباب اور جماعتوں کو چاہیئے۔ کہ وہ بہت جلد اپنا اپنا چندہ جلسہ سالانہ ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تا انتظامات جلسہ میں منتظمین کے لئے روپیہ کی قلت کے باعث کوئی دقت نہ ہو۔

ناظر بیت المال۔ قادیان

الفضل کے وی پی

ان خریداران الفضل کے نام الفضل نمبر ۶۳ صفحہ ۱۱ پر چھپ چکے ہیں۔ جن کا چندہ ختم ہے۔ مہربانی فرما کر جلد بذریعہ منی آرڈر مزید چندہ بھیج دیں۔ ورنہ ۳ دسمبر کا پرچہ الفضل وی پی ہو جائے گا۔

مینیجر

فریضہ حج بیت اللہ

بحیثیت ممبر پراونشل حج کمیٹی میرے پاس حاجیوں کے جہازوں کی روانگی۔ ان کے کرایوں۔ اور خوراک وغیرہ کے متعلق گورنمنٹ سے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ جو دوست خود یا ان کے عزیز حج کے متعلق مندرجہ بالا قسم کے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ وہ ان کوائف کو نظارت امور عامہ میں آکر معلوم کر سکتے ہیں۔ نیز یہ معلومات مجھ سے بذریعہ خط و کتابت بھی مل سکتی ہیں۔ اگر کسی کو سفر حج کے متعلق شکایت ہو۔ تو وہ بھی مجھے لکھ سکتے ہیں۔

ناظر امور عامہ۔ قادیان

ڈاکٹروں اور کلرکوں کی ضرورت

بیرون ہند ایک علاقہ میں دو سب اسسٹنٹ سرجنوں اور ۵۰ کلرکوں اور کئی صد مزدوروں کی ضرورت ہے۔ جس میں فرٹ اور ٹرز شامل ہیں۔ کلرکی کے لئے امیدواروں کا کم از کم میٹرک ہونا ضروری ہے۔

اس بارے میں ایک کمپنی سے کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ وہ ہمارے آدمیوں کو بھی موقعہ دے۔ جو دوست بیرون ہند اس قسم کی ملازمتوں کے لئے جانا چاہیں۔ وہ اپنی درخواستیں معہ نقول سارٹیفکیٹ امور عامہ میں بھجوا دیں ایسی درخواستیں محفوظ رکھی جائیں گی۔ اور ضرورت کے موقعہ پر بھیجی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔ یہ ضروری ہوگا۔ کہ جو اصحاب درخواستیں بھیجیں۔ وہ علیحدہ کاغذ پر اپنی اپنی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ صاحب کی تصدیق ساتھ بھیجیں۔

ناظر امور عامہ قادیان

---

۱۶ نومبر کا خطبہ جمعہ جو نمبر ۶۳ الفضل میں شائع ہوا ہے۔ اور ۲۳ نومبر کا خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل نمبر ۶۶ سوا دو آنے فی پرچہ کے حساب سے ٹکٹ بھیج کر آپ حسب ضرورت منگوا سکتے ہیں۔

مینیجر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

کلکتہ سے ۲۴ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ بردوان اور پریزیڈنسی مسلم ڈویژن کے دیہاتی حلقہ سے سر عبداللہ سہروردی اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

کراچی کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ریزرو بنک آف انڈیا کی ڈائرکٹری سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب کو پیش کی گئی ہے۔ اگر انہوں نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ تو وہ اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہو جائیں گے۔

بلدیہ لاہور کے موجودہ پریزیڈنٹ میاں عبدالعزیز صاحب کے متعلق ۲۵ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ انہوں نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا ہے۔ اور گورنمنٹ پنجاب نے استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔

بمبئی سے ۲۵ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ وہاں کے چند بارسوخ اصحاب کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ کوئی ایسی سبیل نکالی جا سکے جس کے ذریعہ سے جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی تجاویز میں ایسی تبدیلیاں کرا دی جائیں۔ کہ رپورٹ ہندوستان کے ترقی پسند سیاسی طبقہ کے لئے قابل قبول بن جائے۔

پیرس سے ۲۴ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ واشنگٹن کی اس خبر پر امریکہ میں حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کہ فرانس گیہوں کا ایک کروڑ اسی لاکھ بوشل امریکہ بھیج رہا ہے بعض حلقوں میں یہ قیاس کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے دنیا میں گیہوں کی مارکیٹ کی حالت بہتر ہو جائیگی۔ کیونکہ فرانس کے پاس سات کروڑ بیس لاکھ بوشل موجود ہیں۔ امریکہ کو اس وقت گیہوں کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ وہاں اناج کی تمام فصل تباہ ہو گئی ہے۔

مسلم زعمائے بنگال نے جن میں مسٹر اے ایچ غزنوی سر عبداللہ سہروردی۔ مسٹر اے کے فضل الحق اور مسٹر ایچ ایس سہروردی سابق ڈپٹی میئر کلکتہ کارپوریشن وغیرہ شامل ہیں۔ کلکتہ سے ۲۴ نومبر کی اطلاع کے مطابق ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں مسلمانوں سے درخواست کی ہے۔ کہ اگرچہ بعض حالتوں میں جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی تجاویز مایوس کن ہیں۔ لیکن انہیں آئندہ آئین پر صدق دل سے عمل کرنا چاہئیے۔ مینی فسٹو کے اختتام پر انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا ہے۔ کہ ہمیں توقع ہے۔ پارلیمنٹ ان نقائص کو دور کر دیگی۔ جن کا مسلمانوں کے مطالبات پر اثر پڑتا ہے۔

لنڈن کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کے اجلاسوں اور رپورٹ کی طباعت وغیرہ پر ۲۹۴۰۹ پونڈ خرچ ہوئے۔

مسلم یونیورسٹی کورٹ میٹنگ کا ۲۵ نومبر علی گڑھ میں ایک اہم اجلاس ہوا جس میں یہ تجویز کہ، پرو وائس چانسلر کی اسامی کو منسوخ نہ کیا جائے۔ اور جدید پرو وائس چانسلر مقرر کیا جائے۔ اڑتیس ۳۸ آراء کے مقابلہ میں بیالیس آراء کی اکثریت سے گر گئی۔

جناب چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے لاہور سے ۲۴ نومبر کی اطلاع کے مطابق جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ جس میں یہ رائے ظاہر کی ہے۔ کہ جدید دستور پارلیمنٹری اداروں کو چلانے کیلئے ہندوستانیوں کے طرز عمل کی آزمائش ہے۔ اور یہ کہ ہندوستان کے تمام طبقوں کو جدید دستور پر عملدرآمد کرنے میں تعاون کرنا چاہئیے۔

مسٹر بی این ساسمل جو نیشنلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر حال ہی میں اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے۔ ۲۵ نومبر کلکتہ میں انتقال کر گئے۔ آپ کلکتہ کارپوریشن کے میمبر تھے۔ اور بردوان کے غیر مسلم حلقۂ انتخاب سے پارلیمنٹری بورڈ اور ہندو مہا سبھا کے امیدواروں کو شکست دے کر اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ ۲۰ ماہ حال کو شدید طور پر بیمار ہو گئے۔ اسی دن آپ کے کامیاب ہونے کا نتیجہ نکلا۔ ڈاکٹروں نے ازحد علاج کیا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔

علاقہ سار میں استصواب رائے عامہ کیلئے ۱۵ جنوری کو ۸۰۷ پولنگ سٹیشن بنائے جائینگے۔ اور آٹھ سو غیر جانبدار پولنگ افسر ووٹنگ کی نگرانی کے لئے مامور کئے جائیں گے۔ کسی سٹیشن پر ووٹروں کی تعداد ۸۰۰ سے زیادہ نہیں ہوگی۔

لارڈ لنلتھگو صدر جائنٹ سلیکٹ کمیٹی نے ۲۲ نومبر کو لاسکی پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ اگر ہندوستان میں غیر مشروط طرز کی پارلیمنٹری حکومت قائم کی جائے تو فرقہ وار مذہبی یا نسلی زبردست طاقتوں کا مظاہرہ ہوگا۔ اور اس کے نتائج ہندوستان کے لئے تباہ کن اور شائد ناقابل تلافی ہونگے۔ لارڈ موصوف نے یہ بھی کہا کہ تحفظات بہت سے ممالک کے دساتیر میں موجود ہیں۔ انگلستان بھی انہی ممالک میں سے ایک ہے۔ اگر ہندوستان نے اپنے آپ کو ذمہ داری لینے اور اس کے استعمال کرنے کا اہل ثابت کیا۔ تو تحفظات اور ان کے استعمال کی ضرورت نہ رہیگی۔

لکھنؤ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ صوبجات متحدہ کی کونسل کے بعض غیر سرکاری ارکان کی یہ تجویز ہے۔ کہ کونسل کے موجودہ سیشن میں جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پر بحث کرنے کیلئے چند روز مقرر کر دئے جائیں۔ اس غرض کے لئے وہ دیگر ارکان کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر حکومت مان گئی۔ تو سرکاری مسودات قانونی کے بعد رپورٹ پر بحث کے لئے چند دن مقرر کر دئے جائینگے۔

اخبار فارورڈ کلکتہ کے نامہ نگار مقیم دہلی کو معلوم ہوا ہے۔ کہ وائسرائے نے جو ہر سال کرسمس کے سلسلہ میں کلکتہ آیا کرتے تھے۔ یکم دسمبر کو دہلی سے روانہ ہونا تھا۔ مگر آپ نے اپنی روانگی ملتوی کر دی ہے۔ تاکہ آپ جائنٹ سلیکٹ کمیٹی کی تجاویز کے متعلق ایگزیکٹو کونسل کے ممبروں سے مشورہ کر سکیں۔

پیرس سے ۲۵ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ چیمبر میں تقریر کرتے ہوئے ایک رکن نے سنسنی خیز انکشافات کئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر جرمنی اور فرانس کے درمیان جنگ چھڑ گئی تو روس ہمیں ٹھوس اور مسلح فوج امداد کے لئے دیگا۔

حکومت نظام نے حیدرآباد سے ۲۵ نومبر کی اطلاع کے مطابق ہز ماسٹر وائس گراموفون کمپنی کے ریکارڈ ایچ ۱۴-۱۵-۱۶ کا داخلہ ریاست میں بند کر دیا ہے۔ اس میں شہنشاہ اورنگ زیب کے ہاتھوں سیواجی کے لڑکے سمبھاجی کے قتل ہونے کا واقعہ بھرا گیا ہے۔

بلدیہ لائلپور نے کچھ عرصہ ہوا فیصلہ کیا تھا۔ کہ ٹاؤن ہال میں میونسپلٹی کے خرچ پر لالہ لاجپت رائے اور مسٹر پٹیل کی تصویریں لٹکائی جائیں۔ ۲۵ نومبر کی اطلاع ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے میونسپل فنڈ میں سے اس قسم کے خرچ کو ناجائز قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ پرائیویٹ چندہ سے اگر یہ خرچ برداشت کر لیا جائے تو گورنمنٹ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

سردار صلاح الدین خاں سلجوقی رائل افغان قونصل جنرل جو ۲۰ ستمبر شملہ سے فردوسی کی ہزار سالہ برسی کی تقریب میں شمولیت کیلئے براستہ کابل ایران تشریف لے گئے تھے۔ واپس آ گئے ہیں۔ آپکا بیان ہے کہ ایران بسرعت میدان ترقی پر گامزن ہے۔ اور افغانستان میں بھی کامل امن و سکون ہے۔

بنگلور کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ تمام ریاست کو ٹیلیفون کے رشتہ سے منسلک کرنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ ارباب اقتدار کا خیال ہے کہ تمام دیہات شہروں اور ریاست کے دور دراز علاقوں میں ٹیلیفون لگا دیا جائے۔ تاکہ ریاست میں مرکزیت